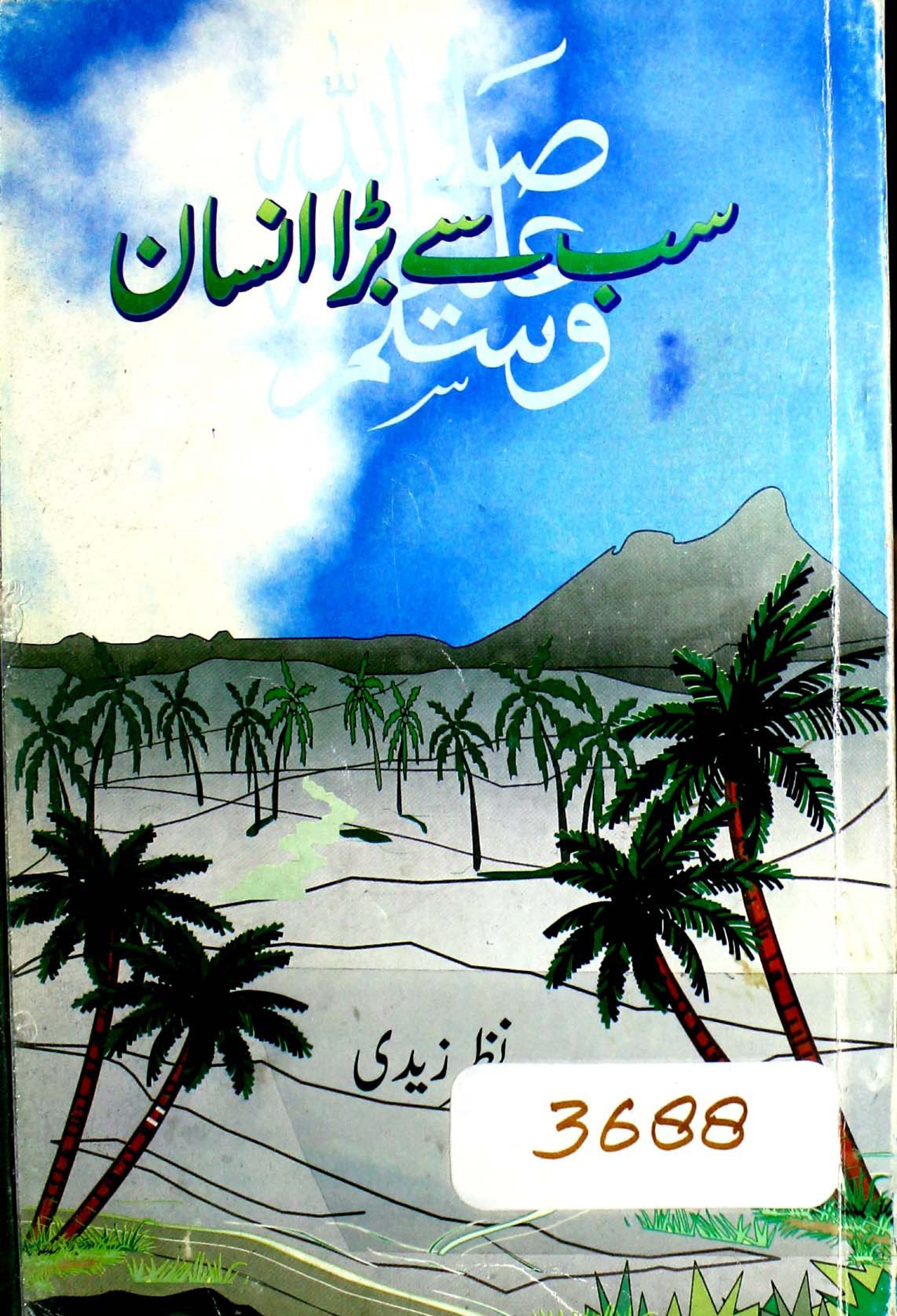

3688

Marfat.com

Marfat.com

3688

سب سے بڑا انسان

سید نظر زیدی

شعبہ بچوں کا ادب

دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

Marfat.com

نام کتاب	:	سب سے بڑا انسان
نام مصنف	:	سید نظر زیدی
ادارت وفنی تدوین	:	محمد افتخار کھوکھر۔ فرید بروہی۔ رئیس احمد مغل
سرورق	:	سید مبین الرحمن
کمپوزر	:	الفا کمپوزنگ پوائنٹ۔ راولپنڈی
ناشر	:	دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
پرنٹر	:	ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد
تعداد اشاعت	:	پانچ ہزار
سال اشاعت	:	۲۰۰۰ء
قیمت	:	۵۰ روپے

DAWAH ACADEMY IIU ISLAMABAD Rs. 75

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

3688

ابتدائیہ

بچے جنت کے پھول ہیں!

یہ حدیث نبویؐ لفظی اعتبار سے جتنی خوبصورت ہے' معنی کے لحاظ سے اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ جس طرح رنگ برنگے اور مختلف خوشبو والے نرم و نازک پھولوں کی آبیاری کے لئے مناسب غذا اور تہذیب کی ضرورت ہوتی ہے' اسی طرح بچوں کی نشوونما کے لئے بھی اچھی تعلیم و تربیت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بچہ نیک اور پاکیزہ فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی' نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

بچوں تک مثبت تعمیری اور صحت مند اقدار حیات کو پہنچانے اور ان کی ذہنی سطح کے لحاظ سے انہیں مخاطب کرنے کی ذمہ داری محض مدارس کے معلمین اور معلمات کی نہیں ہے۔ اس میں والدین' رشتہ دار اور معاشرہ کے افراد بھی یکساں طور پر شریک ہیں۔ کہانیوں کے ذریعے بچوں تک اپنا پیغام پہنچا کر ہمارا فرض پورا نہیں ہو جاتا۔ یہی سبب ہے کہ روایتی طور پر کہانی کے ساتھ کہانی گو کہیں دادی اماں کی شکل میں' کبھی نانی اماں کی شکل میں اور کبھی بہن کی شکل میں یہ کردار ادا کرتی ہیں۔ آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ اساتذہ اور والدین ان کہانیوں کے مضامین کو بچوں کے ساتھ گفتگو کا موضوع بنائیں تاکہ ان کے ذہنوں میں نہ صرف فکر کے بیج پڑیں بلکہ فکر کی نمو و ترقی میں آسانیاں پیدا ہو سکیں۔

Marfat.com

دعوۃ اکیڈمی نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ۱۹۸۷ء میں "شعبہ بچوں کا ادب" قائم کیا۔ اس شعبے کے تحت ایک طرف بچوں کے معروف ادیبوں، نوجوان قلمکاروں اور بچوں کے رسائل کے مدیران کے لئے سیمینارز، ورکشاپس اور تربیتی کیمپوں کا اہتمام کیا جاتا ہے تو دوسری طرف بچوں کے رسائل، بچوں کی کتب اور بچوں کے اخباری صفحات کے تحقیقی جائزوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

شعبہ بچوں کا ادب نے بچوں کے ادب میں مروجہ روایتی انداز کو ترک کر کے بچوں کی عمر اور تعلیمی استعداد کو سامنے رکھتے ہوئے پرائمری، مڈل اور ہائی سکول کے بچوں کے لئے تین گروپوں میں پچاس دلچسپ اور بامقصد کتب کا ایک سیٹ تیار کیا تھا۔ اب اسی سلسلہ کی مزید پچیس کتب پیش کی جا رہی ہیں۔ ہماری یہ کوشش کس حد تک کامیاب ہوئی ہے، اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کر سکتے ہیں۔ ہمیں بچوں، والدین اور اساتذہ کی آراء کا انتظار رہے گا تاکہ ان کتب کو مزید بہتر اور مفید بنایا جا سکے۔

ڈائریکٹر جنرل

دعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد

Marfat.com

فہرست

3688

آپس کی بات

۱۔ ایک غلام بچہ

۱۔ مظلوم زید

۲۔ دو آدمی دو باتیں

۳۔ نیکی کی جیت کا انتظام

۲۔ قریشی سردار

۱۔ قریشی سردار کی پیدائش

۲۔ رسولؐ اللہ کا بچپن

۳۔ حلیمہ کے گھر برکتوں کی بارش

۴۔ ایک عجیب واقعہ

۵۔ والدہ صاحبہ کا انتقال

۶۔ دادا کا انتقال

۷۔ بکریوں کی رکھوالی

۸۔ تجارتی سفر

۳۔ جوانی کی عمر میں

۱۔ جنگ میں شرکت

۲۔ تجارتی سفر

۳۔ شادی

۴۔ حجر اسود اور کعبہ

Marfat.com

۵۔ ایک اور بڑا کارنامہ

۴۔ نبوت کا نور

۱۔ اسلام کا پیغام پہنچانے کا حکم

۲۔ اسلام کا نور پھیلا

۳۔ آزمائش کا زمانہ

۴۔ ابو طالب پر دباؤ

۵۔ غریب مسلمانوں پر ظلم

۵۔ آزمائش کا زمانہ

۱۔ بادشاہ بنانے کا لالچ

۲۔ کھلی دشمنی

۳۔ اسلام کا معصوم حمایتی

۴۔ کافروں کی نئی چال

۵۔ ہجرت کا حکم

۶۔ کافروں کا غصہ

۷۔ ایک خوشی بھرا واقعہ

۸۔ پہاڑی درے کے قیدی

۹۔ غم کا سال

۱۰۔ طائف کا سفر

۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

۶۔ کامیابی کا زمانہ

۱۔ ایک شبہ اور اس کا جواب

Marfat.com

۲۔ مدینہ کے خوش نصیب

۳۔ مدینہ کی طرف ہجرت

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر ہجرت

۵۔ دو معجزے

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں

۷۔ پیاری بچیوں کا پیارا گیت

۸۔ مسجد نبوی کی تعمیر

۷۔ مدینہ کی اسلامی سلطنت

۱۔ مکہ کے کافروں کی شرارتیں

۲۔ جنگ بدر

۳۔ مسلمان بچوں کی بہادری

۴۔ غیب سے مدد

۵۔ کافروں کا انجام

۶۔ جنگ احد

۷۔ بہادر مسلمان بچے

۸۔ ایک غلطی

۹۔ کچھ رنج بھرے واقعات

۱۰۔ یہودیوں کی شرارت

۸۔ کافروں کا انجام

۱۔ صلح حدیبیہ

۲۔ صلح کی بات چیت

Marfat.com

۳۔ سرداروں اور بادشاہوں کے نام خط

۴۔ جنگ خیبر

۵۔ عمرہ

۶۔ جنگ موتہ

۷۔ مکہ فتح ہو گیا

۸۔ جنگ حنین

۹۔ اسلام کی برکتیں

۱۔ جنگ تبوک

۲۔ حجتہ الوداع

۳۔ آخری سفر

۴۔ جیش اسامہؓ

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

۱۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت

۲۔ بہادری

۳۔ غصے پر قابو پانا

۴۔ بچوں سے پیار

۵۔ سب سے پیار

۶۔ سب کے آقا

Marfat.com

آپس کی بات

اس کتاب میں ہم نے اپنے آقا اور اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مبارک زندگی کے حالات لکھے ہیں۔

نبی' رسول اور پیغمبر ان بزرگ انسانوں کو کہا جاتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے دنیا میں بھیجا کہ وہ نیکی اور سچائی کا راستہ دکھائیں اور برائیوں سے روکیں۔

اگر ہم اپنے آس پاس رہنے والوں کی حالت اور عادتوں پر غور کریں' تو معلوم ہو گا کہ ان کی زندگی ایک جیسی نہیں۔ غریب یا امیر ہونے کے علاوہ انسانوں میں ایک بہت بڑا فرق یہ ہے کہ کچھ شرافت اور نیکی کی زندگی گزارتے ہیں' وہ اپنے لباس' اپنے بدن' اپنے گھر' بلکہ اس گلی کو بھی صاف ستھرا رکھتے ہیں' جہاں رہ رہے ہوں' وہ جھوٹ نہیں بولتے' دھوکہ نہیں دیتے' کسی کو ستاتے نہیں' غرور نہیں کرتے کسی کو کم درجہ کا نہیں جانتے' غرض یہ کہ بھلائی کی جتنی بھی باتیں ہیں وہ سب ان میں ہوتی ہیں۔

ان کے مقابلے میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو قریب قریب جانوروں کی سی زندگی گزارتے ہیں۔ نہ صفائی ستھرائی کا خیال رکھتے ہیں اور نہ اس بات پر غور کرتے ہیں کہ کون سا کام اچھا ہے' کون سا برا۔ جھوٹ بولنا' دھوکہ دینا' کمزوروں اور غریبوں کو ستانا' غرور کرنا' محنت سے جی چرانا' فضول کاموں میں وقت برباد کرنا اور ایسی ہی برائیاں انہیں پسند ہوتی ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ ان دونوں قسم کے انسانوں میں ایک اور بہت بڑا فرق یہ ہے

Marfat.com

کہ پہلے اللہ کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز اللہ نے بنائی ہے اور وہی ہر چیز کا مالک ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں اور نہ اسے کسی کی امداد کی ضرورت ہے۔

دوسری قسم کے لوگ اللہ پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ نادانی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا جہاں میں جو کچھ بھی ہے آپ سے آپ پیدا ہو گیا ہے۔

یہ صرف ہمارے آس پاس رہنے والے لوگوں ہی کا حال نہیں، بلکہ پوری دنیا کے انسان ایسے ہی ہیں، یعنی کچھ اچھے اور کچھ برے۔ اور اچھے، بروں کے یہ دونوں گروہ شروع ہی سے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں اچھوں کو مسلمان اور بروں کو کافر کہتے ہیں۔

کافروں کی ایک برائی یہ بھی ہے کہ وہ برائیوں سے نہ صرف خود نقصان اٹھاتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی ستاتے اور نقصان پہنچاتے ہیں اور یہ بات ایسی ہے کہ اگر اسے روکا نہ جائے، تو برائی بڑھتی ہی چلی جائے، چنانچہ بروں کو برائی سے روکنے اور اچھے بن کر صاف ستھری زندگی گزارنے کی تمنا کرنے والوں کو ایسی باتیں بتانے کے لیے جن سے وہ برائیوں سے پاک اور اللہ تعالیٰ کی پسند کے مطابق زندگی گزار سکیں، اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اور رسول بھیجے۔

ہمارے آقا اور اللہ کے سچے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں کے سردار اور سب سے آخری پیغمبر ہیں۔ آپؐ نے دین اسلام کو مکمل کر دیا، یعنی اللہ تعالیٰ کے وہ سارے حکم بتا دیئے جن پر عمل کر کے انسان کی زندگی ہر طرح سے پاکیزہ اور شاندار بن جاتی ہے۔ آپؐ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے ساری دنیا کے انسان آپؐ ہی کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی گزاریں گے تو انہیں سچی کامیابی حاصل ہو گی۔

Marfat.com

ہمیں امید ہے پیارے بچے یہ کتاب بہت شوق اور خوب غور سے پڑھیں گے اور ان سب باتوں پر عمل کریں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں۔

اس سلسلے میں بچوں کو ایک بات اور بتانے کو دل چاہتا ہے اور وہ یہ کہ پہلے زمانے کے مسلمانوں، یعنی ہمارے بزرگوں نے جب دین اسلام کی ان باتوں پر سچے دل سے عمل کیا تھا، تو وہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ طاقت ور اور شان و شوکت والے بن گئے تھے۔ انہوں نے بالکل تھوڑے سے دنوں میں بہت سے ملک فتح کر لئے تھے اور بہت بڑی سلطنت کے مالک بن گئے تھے۔

اگر ہم بھی اللہ اور اس کے سچے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزاریں تو ویسی ہی شان حاصل کر سکتے ہیں اور ویسی ہی سلطنت کے مالک بن سکتے ہیں۔ پھر بڑی ہی خوشی کی بات یہ ہے کہ ہمارے مذہب اسلام کی ساری ہی باتیں بالکل آسان ہیں۔ پکا ارادہ ہو تو، ہر شخص بڑی آسانی سے ان پر عمل کر سکتا ہے۔ پیارے بچے بھی ان پر عمل کر سکتے ہیں۔

یہ چند باتیں پڑھنے کے بعد بچے اپنے آقا اور اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پاک زندگی کے حالات پڑھیں اور یہ بات سمجھیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی کیسی پاک تھی اور آپؐ کی وجہ سے دنیا کو کیسی برکت ملی۔

نظر زیدی

Marfat.com

Marfat.com

۱

ایک غلام بچہ

Marfat.com

Marfat.com

بہت عرصہ گزرا' جنگل بیابان میں ایک چھوٹا سا قافلہ سفر کر رہا تھا۔ بہت سے مسافر مل کر سفر کر رہے ہوں تو اسے قافلہ کہتے ہیں۔ اس زمانے میں لوگ قافلے بنا کر ہی سفر کیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نہ تو ایسی سڑکیں تھیں جن پر آرام اور حفاظت کے ساتھ سفر کیا جا سکے اور نہ مسافروں کی دیکھ بھال کا کوئی انتظام تھا۔ چور' ڈاکو عام طور پر مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔

اس قافلے میں دوسرے مسافروں کے علاوہ ایک عورت اور اس کا کم عمر بیٹا بھی تھا۔ عورت اپنے بھائی' یعنی اپنے بیٹے کے ماموں سے ملنے کے لیے جا رہی تھی۔ یہ سب مسافر ملک یمن کے رہنے والے تھے اور اسی ملک کے ایسے علاقے میں سفر کر رہے تھے جو بہت ہی ویران تھا۔

قافلہ بہت تیزی سے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مسافر اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کو خوب تیز دوڑا رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اس ویران علاقے سے جلدی سے جلدی نکل جائیں۔ لیکن ابھی انہوں نے آدھا راستہ بھی طے نہ کیا تھا کہ ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور قافلے والوں سے کہا "چپکے سے اپنا اپنا مال اسباب ہمارے حوالے کر دو' ورنہ سب کو قتل کر دیں گے!"

قافلے کے مسافروں پر اچانک ہی یہ مصیبت آ پڑی تھی۔ پہلے تو وہ گھبرا گئے' لیکن پھر سنبھل کر ڈاکوؤں کے مقابلے پر ڈٹ گئے۔ مسافروں اور ڈاکوؤں میں خوب لڑائی ہوئی۔ مسافروں نے اپنی طاقت سے زیادہ ہمت دکھائی' لیکن وہ گنتی میں ڈاکوؤں سے کم تھے اس لیے ہار گئے اور لٹیروں نے ان کا مال اسباب لوٹنا شروع کر دیا اور

Marfat.com

تھوڑی دیر ہی میں مسافروں کا سارا سامان گٹھڑیوں میں باندھ لیا اور سامان کے ساتھ بہت سے مسافروں کو بھی قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گئے۔

جو عورت قافلے کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس نے کسی طرح اپنی جان تو بچا لی، لیکن اپنے پیارے بیٹے کو نہ بچا سکی۔ ظالم ڈاکو ننھے منے معصوم بچے کو اٹھا کر لے گئے اور عورت روتی پیٹتی رہ گئی۔

جس زمانے کا یہ واقعہ ہے اس زمانے میں ایسے واقعات عام طور سے ہوتے رہتے تھے اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے نیکی کا راستہ چھوڑ کر برائی کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ خاص طور سے ملک عرب کی حالت تو بہت ہی خراب تھی۔ اس ملک کے باشندے برائی میں اتنے بڑھ گئے تھے کہ وہ بے گناہوں کو قتل کر دیتے، اور ان کا مال اسباب لوٹ لینے کو بہادری کی بات خیال کرتے تھے۔ کوئی عورت، بچہ یا آدمی اکیلا مل جاتا، تو اسے پکڑ کر لے جاتے اور بازار میں فروخت کر دیتے۔

ان لوگوں کے ایسا برا بن جانے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ نہ تو ان کے ملک میں کوئی ایسا حاکم رہ گیا تھا جو انصاف کرتا اور لوگوں کو ظالموں کے ظلم سے بچاتا اور نہ کوئی ایسا عالم تھا جو انہیں یہ بتاتا کہ کون سا کام اچھا ہے اور کون سا برا۔

سردار اور مذہبی رہنما تھے ضرور، لیکن بروں کے ساتھ وہ بھی برے بن گئے تھے۔ اگر کوئی مظلوم ان کے پاس جا کر فریاد کرتا تو وہ اس کی مدد کرنے کے بجائے ظالموں کی طرفداری کرتے۔ ان کی فریاد سننے کے بجائے ڈراتے دھمکاتے اور مار پیٹ کر بھگا دیتے تھے۔

لوٹ مار اور بے گناہوں کا خون بہانے کے علاوہ ان میں اور بہت سی برائیاں بھی تھیں۔ مثال کے طور پر وہ اپنی لڑکیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیا کرتے تھے۔ جوا کھیلتے تھے اور نشے والی چیزیں کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر غصے میں

Marfat.com

بھر جاتے اور ایک دوسرے پر حملہ کر دیتے۔ ان کی ایسی لڑائیاں کئی کئی برس جاری رہتیں اور دونوں طرف سے سینکڑوں آدمی مارے جاتے۔

بچے اندازہ کر سکتے ہیں جب ایسے حالات ہوں تو کمزوروں اور غریبوں کی حفاظت کیسے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں کوئی بھی کمزور اور کوئی بھی غریب اطمینان سے زندگی نہ گزار سکتا تھا۔

مظلوم زید

شروع میں جس بچے کا ذکر کیا گیا اس کا نام زید تھا اور وہ یمن کے قبیلے بنو قضاعہ یا بنو کل کے سردار حارثہ بن شرحیل کا بیٹا تھا۔ اس کی والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ تھا جو یمن کے ایک اور بہت مشہور قبیلے بنی طے کے سردار کی بیٹی تھی۔ یہ وہی قبیلہ ہے جس میں حاتم طائی پیدا ہوا تھا۔ آپ نے حاتم طائی کی سخاوت کی کوئی کہانی ضرور پڑھی یا سنی ہو گی۔

زید کے باپ نے اپنے پیارے بیٹے کو بہت ڈھونڈا' لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوا۔ کامیاب کس طرح ہوتا ظالم ڈاکو اسے یمن کے علاقے سے بہت دور حجاز کے علاقے میں لے گئے تھے۔ حجاز وہ علاقہ ہے جس میں مکہ اور مدینہ ہیں۔

اس زمانے میں بھی عرب کا سب سے مشہور شہر مکہ ہی تھا۔ اس شہر کے قریب ایک بازار لگا کرتا تھا جسے عکاظ کا بازار یا عکاظ کا میلہ کہتے تھے۔ جب یہ بازار لگتا تھا' تو عرب کے تمام علاقوں سے سوداگر اپنا مال لے کر آتے تھے۔ گھوڑوں کی دوڑ' نیزہ بازی اور دوسرے کھیل تماشوں کا بھی انتظام ہوتا تھا اور ان مظلوم بچوں' عورتوں اور مردوں کی خرید و فروخت بھی ہوتی تھی جنہیں ڈاکو پکڑ لاتے تھے۔

جن ڈاکوؤں نے معصوم زید کو پکڑا تھا وہ اسے عکاظ کے بازار میں لے آئے اور شہر مکہ کے رہنے والے ایک سردار حکیم بن حزام کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جو لوگ

Marfat.com

اس طرح فروخت کیے جاتے تھے انہیں غلام کہا جاتا تھا اور انہیں خریدنے والا اسی طرح ان کا مالک بن جاتا تھا جس طرح آج کل کوئی گھوڑے یا بیل کا مالک بن جاتا ہے۔ جو عورتیں فروخت کی جاتی تھیں انہیں لونڈیاں یا کنیزیں کہا جاتا تھا اور ان کی آزادی بھی بالکل ختم ہو جاتی تھی۔

معصوم زید غلام بن کر بکا تو اس کی بھی آزادی بالکل ختم ہو گئی۔ اب وہ مکہ کے سردار حکیم بن حزام کے قبضے میں تھا اور حکیم کو یہ حق حاصل ہو گیا تھا کہ زید کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کرے' زید کی قسمت اچھی تھی' حکیم بن حزام نے اسے اپنے پاس رکھنے اور اپنی خدمت کرانے کے بجائے اپنی ایک ایسی رشتہ دار خاتون کو دے دیا جو بہت ہی نیک اور رحم دل تھیں۔

نیک اور رحم دل ہونے کے ساتھ ساتھ وہ خاتون بہت امیر بھی تھیں اور کچھ ہی دن پہلے انہوں نے مکہ کے ایک سردار کے ساتھ شادی کی تھی جو ان سے بھی زیادہ نیک اور رحم دل تھے۔ خاتون نے زید کو اپنے خاوند کی خدمت پر مقرر کر دیا اور اس سے کہا کہ اگر ان کا کوئی کام ہوا کرے تو کر دیا کرو۔ یہ کام بالکل معمولی تھا' کیونکہ نیک دل سردار اپنے کام زیادہ تر خود کر لیا کرتے تھے۔

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ زید کے ماں باپ اور رشتہ دار اسے برابر ڈھونڈ رہے تھے۔ کچھ دنوں بعد خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک آدمی کی زبانی انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ ان کا پیارا بیٹا حجاز کے شہر مکہ میں ہے اور قبیلہ قریش کے ایک سردار کے گھر میں رہتا ہے۔

یہ خبر سن کر زید کے والد صاحب اپنے بھائی' یعنی زید کے چچا کعب اور اپنے دوسرے بیٹے جبلہ کو ساتھ لے کر مکہ آئے اور قریشی سردار سے مل کر ان سے درخواست کی: "اے معزز سردار' مہربانی کر کے میرے پیارے بیٹے زید کو میرے ساتھ

Marfat.com

بھیج دیجئے۔ اس کی ماں اسے بہت یاد کرتی ہے اور اس کی جدائی میں میرا بھی برا حال ہے۔"

قریشی سردار نے زید کے والد صاحب' حارثہ بن شرحبیل کی بات سن کر فرمایا۔ "ٹھیک ہے' میں بہت خوشی سے اجازت دیتا ہوں' تم زید کو اپنے ساتھ لے جاؤ' لیکن ضروری بات یہ ہے کہ زید خوشی سے تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو۔"

باپ نے کہا۔ "ہاں یہ بات ٹھیک ہے۔" پھر زید کی طرف دیکھ کر بولا: "بیٹے تم ہمارے ساتھ چلو گے نا!"

"بالکل نہیں۔" زید نے فوراً جواب دیا۔ "میں اپنے آقا کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔"

اچھے بچو! زید کے والد صاحب یہ بات سن کر بہت حیران ہوئے۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ زید اپنے گھر جانے کے لیے تیار ہو جائے' لیکن وہ یہی کہتا رہا: "میں تو اپنے آقا ہی کے پاس رہوں گا۔"

یہ ایک نرالی بات تھی کہ ایک کم عمر بچہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر ایک ایسے آدمی کے ساتھ رہنا چاہتا تھا جس کے گھر میں اس کی حیثیت غلام کی تھی۔

قریشی سردار نے ننھے زید کی یہ بات سنی' تو بہت خوش ہو کر کہا: "لوگو میری یہ بات اچھی طرح سن لو' آج سے زید میرا غلام نہیں' بلکہ بیٹا ہے۔"

دو باتیں۔ دو آدمی

اس کہانی میں دو الگ الگ قسم کے آدمیوں سے آپ کی جان پہچان ہوئی جن میں ایک ظالم ڈاکو تھا جس نے کم عمر زید کو اس کی ماں کی گود سے چھین کر عکاظ کے بازار میں بیچ دیا تھا اور دوسرا قریشی سردار' جس نے ایک کم عمر بچے کو ایسا پیار دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کی محبت کو بھول گیا اور اپنے گھر جانے کے بجائے سردار کے گھر رہنا پسند

Marfat.com

کیا۔

اگر آپ اپنے آس پاس رہنے والے لوگوں کے کاموں پر غور کریں گے، تو وہ آپ کو انہی دو ٹولیوں میں بٹے ہوئے نظر آئیں گے۔ کچھ اچھے ہوں گے اور دن رات ایسے کاموں میں لگے رہتے ہوں گے جن سے دوسروں کو فائدہ اور آرام پہنچے اور کچھ ایسے ہوں گے، جو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں بس برائیاں ہی برائیاں کرتے رہتے ہوں گے۔ اور ان کی وجہ سے لوگوں کو بہت تکلیف پہنچتی ہو گی۔

ان باتوں کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے اور وہ یہ کہ دنیا کی حالت آج کل ہی کچھ ایسی نہیں ہے، بلکہ زندگی کے پہلے ہی دن سے انسان کچھ اس طرح کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کچھ اچھے ہیں جو برائیوں سے بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی بچانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ بری باتوں کو اپنائے ہوئے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ سب انہی کی طرح برے بن جائیں۔

برائی اور بھلائی یا نیکی اور بدی کا یہ مقابلہ اس وقت سے ہو رہا ہے جب ہم سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آباد ہوئے تھے، ان کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل میں سے ہابیل نیکی کے راستے پر چلنے والے تھا اور قابیل برائی کے راستے پر چلتا تھا اور قابیل نے اپنے نیک دل بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ پس اسی دن سے نیکی اور برائی کی یہ جنگ جاری ہے۔

نیکی کی جیت کا انتظام

برائی کی مثال آگ کی سی ہے۔ جس طرح آگ ہر چیز کو جلا دیتی ہے اسی طرح برائی ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے۔ اگر برائی کے راستے پر چلنے والوں کو کھلی چھٹی دے دی جائے تو، تو دنیا میں کوئی بھی آرام اور اطمینان سے زندگی نہ گزار سکے۔ بس ویسی ہی حالت ہو جائے جیسی بہت پرانے زمانے میں ملک عرب کی تھی۔ ڈاکو لوگوں کو لوٹ لیا

Marfat.com

کریں اور کمزوروں کو پکڑ کر فروخت کر دیا کریں۔

دنیا کو اس حالت سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا کہ برائی کے نقصانات بتانے اور نیکی کے فائدے سمجھانے کے لیے اپنے خاص بندوں کو دنیا میں بھیجا اور ایسی کتابیں نازل کیں جن میں وہ ساری باتیں لکھی ہوئی ہیں جن سے نیکی پھیلتی اور برائی کا زور ٹوٹتا ہے۔

اللہ کے ان نیک بندوں کو نبی' رسول اور پیغمبر کہا جاتا ہے۔ زندگی کے پہلے دن سے اب تک ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول اور نبی دنیا میں آئے اور چار آسمانی کتابیں نازل ہوئیں جن کے نام یہ ہیں: (۱) تورات (۲) زبور (۳) انجیل (۴) قرآن۔

ان چار کتابوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں پر صحیفے بھی نازل کئے۔

پیغمبروں' آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے دنیا میں بھیجنے کا مقصد یہی ہے کہ برائی کے راستے پر چلنے والوں کا زور ٹوٹے اور بھلائی پھیلے اور اللہ کے بندے اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزاریں۔

یہ چند باتیں بتانے کے بعد ہم پھر کہانی شروع کرتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

۲

قریشی سردار

Marfat.com

Marfat.com

زید کو منہ بولا بیٹا بنانے والے قریشی سردار کا نام محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب تھا۔ عربوں کا قاعدہ ہے کہ کسی آدمی کا نام بتائیں تو ساتھ اس کے باپ کا نام بھی بتاتے ہیں۔ جیسے ہم نے قریشی سردار کا نام محمد بن عبداللہ لکھا۔ بن کا مطلب ہے بیٹا۔ کسی عورت کا نام بتائیں تو بن کی بجائے بنت لکھتے یا بولتے ہیں۔ جس کا مطلب بیٹی ہے۔ اس قاعدے کے مطابق قریشی سردار کا نام یوں ہوا: محمد عبداللہ کے فرزند اور عبداللہ عبدالمطلب کے فرزند۔

معزز سردار کو قریشی اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ ان کا تعلق مکہ شہر کے قبیلے قریش سے تھا۔ اس قبیلے کو نہ صرف مکہ بلکہ پورے عرب میں سب سے زیادہ طاقتور اور عزت والا سمجھا جاتا تھا۔ اس بڑائی کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس قبیلے کے لوگ بہت عقلمند' بہادر اور امیر تھے۔ وہ عام طور پر تجارت کرتے تھے اور اپنے اس کاروبار میں بہت روپیہ کماتے تھے۔ عرب میں جو چیزیں پیدا ہوتی تھیں وہ ملک شام' عراق' یمن اور مصر وغیرہ لے جاتے تھے اور دوسرے ملکوں کا سامان لا کر اپنے شہروں میں فروخت کرتے تھے۔ ان لوگوں کی اچھائیوں کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں ان کی بہت عزت کی جاتی تھی۔

اس قبیلے کے معزز سمجھے جانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ یا مسجد' کعبہ شریف کی حفاظت اور دیکھ بھال کا کام یہی قبیلہ کرتا تھا اور جو لوگ حج کرنے کے لیے آتے تھے ان کی خدمت بھی یہی قبیلہ کرتا تھا۔

کعبہ شریف وہ مقدس عبادت گاہ ہے جس کی طرف ساری دنیا کے مسلمان منہ

Marfat.com

کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

کعبہ شریف کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد سب سے پہلے ہم سب کے باپ اور سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد کچھ عرصہ یہ عبادت گاہ باقی رہی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی رہی، لیکن پھر ایسا ہوا کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ لوگوں نے سچے دین اسلام کو چھوڑ کر نئے نئے مذہب بنا لیے اور اپنے اپنے مذہب کی عبادت گاہیں بنا لیں۔ کعبہ کو لوگ بھول ہی گئے۔

کافی زمانہ اسی طرح گزر گیا پھر مشہور پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ مسجد دوبارہ تعمیر کی اور یہ اعلان کیا کہ سب لوگ حج کرنے کے لیے مکہ آیا کریں اور کعبہ شریف میں نمازیں پڑھنے کے علاوہ اللہ کے اس گھر کا طواف کیا کریں۔

طواف عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مطلب ہے کسی چیز کے گرد چکر لگانا۔ کعبہ کے طواف سے دراصل یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ کے اس گھر سے سچی عقیدت اور محبت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد لوگوں نے پھر اپنا دین بدل لیا تھا۔ یہاں تک کہ کعبہ شریف کے اندر بت رکھ دیئے تھے اور انہی کی عبادت کیا کرتے تھے، لیکن حج کرنے کا طریقہ باقی تھا اور جب حاجی، یعنی حج کرنے والے مکہ آتے تھے، تو قریش قبیلے کے لوگ ان کی حفاظت اور انہیں آرام پہنچانے کی پوری کوشش کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کی عزت کی جاتی تھی۔

اس قبیلے کا نام قریش کیوں پڑا؟ اس کے متعلق کئی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں دو زیادہ مشہور ہیں، ایک تو یہ کہ یہ نام عربی زبان کے لفظ قرش سے نکلا ہے۔ قرش

Marfat.com

کا مطلب ہے: کمانا اور جمع کرنا۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ اس قبیلے کے لوگوں میں شروع سے یہ خوبی تھی کہ وہ خوب محنت سے روزی کماتے تھے۔ جو روپیہ کماتے تھے اسے حفاظت سے جمع کرتے تھے اور پھر بھلائی کے کاموں میں خرچ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہی باتوں کی وجہ سے انہیں قریش کہا جائے گا۔

دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس قبیلے کا ایک بزرگ قریش بدر بن بخلو بن نضر بھولے بھٹکے قافلوں کو راستہ بتایا کرتا تھا۔ اس نیکی کی وجہ سے اس کی اولاد کو قریش یا قریشی کہا جانے لگا۔ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو، لیکن یہ بات سب مانتے ہیں کہ پورے عرب میں اس قبیلے کو سب سے زیادہ معزز مانا جاتا تھا۔

قریشی سردار محمدؐ بن عبداللہ کے دادا عبدالمطلب اس زمانے میں قریش کے سردار تھے اور وہ ایسی خوبیوں کے بزرگ تھے کہ کوئی بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔

قریشی سردار کی پیدائش

قریشی سردار کے والد صاحب حضرت عبداللہ کے بارے میں ایک بہت عجیب بات بیان کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کے والد صاحب، عبدالمطلب نے یہ منت مانی تھی کہ اگر ان کے دس بیٹے ان کی زندگی میں جوانی کی عمر کو پہنچ گئے، تو وہ ان میں سے ایک کو اللہ کے نام پر قربان کر دیں گے، اس زمانے میں منتیں ماننے کا تو عام رواج تھا، لیکن بیٹے کو قربان کر دینے کی یہ منت ایک نرالی بات تھی۔

اب ہوا یہ کہ سردار عبدالمطلب کے دس بیٹے ان کی زندگی ہی میں جوان ہو گئے اور اپنی منت پوری کرنے کے لیے انہوں نے قرعہ ڈالا کہ جس بیٹے کا نام نکل آئے گا اسی کو قربان کر دیں گے۔

عبدالمطلب نے قرعہ ڈالا تو ان کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ کا نام نکلا اور یوں یہ بات ضروری ہو گئی کہ انہیں قربان کر دیا جائے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور نیک تھے اور ان کی ان اچھائیوں کی وجہ سے سبھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کا نام نکلا تو خاندان کے سب لوگوں کو بہت رنج ہوا۔ لوگوں نے عبدالمطلب سے یہ بھی کہا کہ اگر آپ نے اپنے بیٹے کو قربان کیا تو یہ رواج پڑ جائے گا۔ عبدالمطلب کو بھی یہ بات ٹھیک لگی اور آخر یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت عبداللہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا جائے اور اگر عبداللہ کے بجائے اونٹوں کا نام نکل آئے' تو ان کی جگہ اونٹ قربان کر دیئے جائیں۔ قرعہ ڈالا گیا اور خوش قسمتی سے اونٹوں کا نام نکل آیا۔ یوں حضرت عبداللہ کی جان بچ گئی۔ ان کی جگہ سو اونٹ قربان کر دیئے گئے۔

اس مصیبت سے بچ جانے کے بعد حضرت عبداللہ نے قبیلے بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ کی بیٹی حضرت آمنہ سے شادی کی جو اپنی اچھی عادتوں کی وجہ سے اس وقت عرب کی تمام عورتوں سے بڑھ کر سمجھی جاتی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام براۃ بنت العزیٰ تھا۔

قبیلہ بنو زہرا بھی قبیلہ قریش کی ایک شاخ تھا۔ آگے چل کر اس کا سلسلہ نسب فہریا قریش سے مل جاتا تھا جس کی وجہ سے اس قبیلے کا نام قریش مشہور ہوا تھا۔

حضرت عبداللہ شادی کے بعد تین دن اپنے سسرال میں رہے اور پھر تجارت کا سامان لے کر ایک قافلے کے ساتھ ملک شام چلے گئے۔ یہ حضرت عبداللہ کی زندگی کا آخری سفر تھا۔ وہ واپس آتے ہوئے راستے میں بیمار ہو گئے اور بیماری کی وجہ سے مدینہ میں رک گئے۔ ان کے والد صاحب کے نانا کا گھر اسی شہر میں تھا۔ اس زمانے میں اس شہر کا نام یثرب تھا۔ بیماری نے زور پکڑا اور یہیں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آپ کی عمر چوبیس برس تھی۔

جس برس عبداللہ کا انتقال ہوا اسے عام الفیل کہا جاتا ہے۔ اس برس کا یہ نام

Marfat.com

اس لیے مشہور ہوا کہ حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے یمن پر حکومت کرنے والے حبشی سردار نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ پر چڑھائی کی تھی۔ عربی زبان میں ہاتھی کو فیل کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس برس کو عام الفیل کہا جانے لگا۔

اس موقع پر آپ کو یہ بتانا ضروری ہے کہ مظلوم زید کو منہ بولا بیٹا بنانے والے اور اسے غلامی کی مصیبت سے نکالنے والے قریشی سردار حضرت محمدؐ انہی عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور یہی وہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں جو سب نبیوں کے سردار اور دین اسلام کو مکمل کرنے والے ہیں۔ ہم مسلمان آپؐ ہی کی امت ہیں۔

جس وقت آپؐ کے والد صاحب حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ صاحبہ کے شکم میں تھے۔ اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا آپؐ کی عمر دو مہینے' سات مہینے یا آٹھ مہینے تھی۔ یہ بات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سیدالمرسلینؐ میں لکھی ہے۔

آپؐ کے پیدا ہونے کی تاریخ کے بارے میں بھی دو باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ پیر کے دن پیدا ہوئے۔ یہ بہار کا موسم تھا اور آپؐ نور کے تڑکے دنیا میں تشریف لائے۔ سن عیسوی کے حساب سے اپریل ۵۷۱ء کی ۲۲ تاریخ تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپؐ ربیع الاول کی ۹ تاریخ' پیر کے دن دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ہی نے اپنی کتاب میں یہ دوسری تاریخ بھی لکھی ہے' بہرحال اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جب آپؐ دنیا میں آئے بہار کا موسم' ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔

آپ کے دادا نے آپؐ کا نام محمدؐ اور والدہ صاحبہ نے احمدؐ رکھا۔ آپؐ کی

Marfat.com

پیدائش کے وقت ایسی بہت سی نشانیاں ظاہر ہوئیں جن سے یہ اندازہ ہوا کہ دنیا میں کوئی بہت بڑی تبدیلی آنے والی ہے۔ مثال کے طور پر ایران کے بادشاہ کسریٰ کے محل کو زلزلے نے ہلا دیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور آگ کی پوجا کرنے والے ایرانیوں کی عبادت گاہ میں جلنے والی وہ آگ بجھ گئی جو ایک ہزار برس سے برابر جل رہی تھی۔

رسول اللہؐ کا بچپن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کو آپؐ کے دنیا میں تشریف لانے کی خبر ملی تو وہ آپؐ کو کعبہ شریف میں لے گئے اور وہاں آپؐ کے لیے دعائیں مانگیں۔

جب آپ کی عمر سات دن کی ہوئی تو عبدالمطلب نے آپؐ کا عقیقہ کیا' یعنی جانور ذبح کر کے برادری کے لوگوں کی دعوت کی اور آپؐ کے سر کے بال اتروائے۔

اس زمانے میں قریش اپنے بچوں کو گاؤں میں رہنے والی عورتوں کے ساتھ بھیج دیتے تھے جو انہیں دودھ پلاتی تھیں اور گاؤں کے صاف ستھرے ماحول میں پرورش کرتی تھیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے دیہات کی کچھ عورتیں اس لیے مکہ آئی تھیں کہ قریش کے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے اپنے ساتھ لے جائیں۔ ان عورتوں میں قبیلہ بنو سعد کی ایک خوش قسمت خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ بنت ابی زوہیب بھی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی خاتون اپنے ساتھ لے گئیں اور یوں انہیں یہ عزت حاصل ہوئی کہ انہوں نے اس مبارک بچے کو دودھ پلایا جو دنیا کا سب سے بڑا انسان اور سارے نبیوں کا سردار بنا۔

حضرت حلیمہ کے خاندان کا نام الحارث تھا اور ان کے تین بچے تھے۔ ایک لڑکا

Marfat.com

اور دو لڑکیاں۔ لڑکے کا نام عبداللہ اور لڑکیوں میں سے ایک کا نام انیسہ اور دوسری کا شیبہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کے سلسلے میں یہ روایت بھی ہے کہ آپؐ کو سب سے پہلے آپؐ کی والدہ صاحبہ حضرت آمنہ نے دودھ پلایا۔ ان کے بعد آپؐ کے چچا ابولہب کی کنیز حضرت ثوبیہ نے دودھ پلایا اور ان کے بعد حضرت حلیمہ اپنے ساتھ لے گئیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کے ساتھ جانے سے پہلے جس خاتون نے آپؐ کو گود کھلایا تھا وہ آپؐ کے والد صاحب کی کنیز حضرت ام ایمن تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ان دونوں کنیزوں کو آزاد کر دیا گیا۔

حلیمہ کے گھر برکتوں کی بارش

دیہات کی جو عورتیں قریش کے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے لینے مکہ آئی تھیں ان میں حضرت حلیمہ سب سے غریب تھیں۔ ان کی سواری کی اونٹنی بالکل کمزور اور دبلی پتلی تھی، لیکن جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے کے لیے لیا اور اپنے گھر کی طرف چلیں، تو یہ برکت ظاہر ہوئی کہ ان کی وہی کمزور اونٹنی قافلے کے سب جانوروں سے زیادہ تیز چلنے لگی۔

اس کے بعد دوسری برکت یہ ظاہر ہوئی کہ حضرت حلیمہ کی بکریوں نے پہلے سے زیادہ دودھ دینا شروع کر دیا۔ اسی طرح دوسری چیزوں میں بھی برکت نظر آنے لگی اور کچھ ہی دنوں میں حضرت سعدیہ خوش حال ہو گئیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو برس دودھ پلایا۔ بچوں کو اتنے ہی دن دودھ پلایا جاتا تھا۔ جب آپؐ دو برس کے ہو گئے تو حضرت حلیمہ آپ کو مکہ لے آئیں، لیکن حضرت آمنہ سے کہا کہ آپ اپنے بیٹے کو کچھ دن اور

Marfat.com

میرے ساتھ رہنے دیں۔

حضرت آمنہ نے یہ بات مان لی اور حضرت حلیمہ آپؐ کو اپنے ساتھ پھر اپنے گاؤں لے گئیں۔ آپؐ دو برس اور ان کے پاس رہے۔ چار برس عمر ہوئی تو حضرت حلیمہ نے آپؐ کو آپؐ کی والدہ صاحبہ کے پاس مکہ پہنچا دیا۔

ان چار برسوں میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر گزارے۔ حضرت حلیمہ چھ چھ مہینے بعد آپؐ کو آپؐ کی والدہ صاحبہ سے ملانے کے لئے مکہ لاتی رہیں۔

حضرت حلیمہ کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش رہے۔ آپؐ کے دودھ شریک بھائی اور بہنیں، یعنی حضرت حلیمہ کے بچے اپنی بکریاں چرانے کے لیے جنگل لے جایا کرتے تھے اور حضورؐ بھی ان کے ساتھ چلے جایا کرتے تھے اور ان کے ساتھ کھیلتے رہتے تھے۔

ایک عجیب واقعہ

اس زمانے میں ایک بہت عجیب واقعہ بھی ہوا کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ جنگل میں تھے کہ دو فرشتے انسانوں کی شکل میں ظاہر ہوئے اور انہوں نے آپؐ کا سینہ چاک کر کے آپؐ کا دل باہر نکالا۔ کالے رنگ کی کوئی چیز الگ کی اور پھر سینے میں رکھ کر زخم بند کر دیا۔

آپؐ کے دودھ شریک بھائی اور بہنیں یہ دیکھ کر بہت ڈرے۔ بھاگے بھاگے اپنی ماں کے پاس آئے اور ان سے کہا "ہمارے قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے مار ڈالا۔"

یہ بات سن کر حضرت حلیمہ جنگل میں گئیں، تو وہاں آپؐ کو بالکل ٹھیک حالت میں دیکھا۔ یہ دراصل پہلا معجزہ تھا جو آپؐ کی زندگی میں ظاہر ہوا۔

معجزہ ایسے واقعے کو کہتے ہیں جس میں انسان کی کوشش اور ارادے کو بالکل

Marfat.com

دخل نہ ہو بلکہ وہ اللہ کی قدرت کی وجہ سے ظاہر ہوا ہو اور ایسا عجیب ہو کہ بڑے سے بڑا عقل مند آدمی بھی یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ کس طرح ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے اپنے نبیوں اور رسولوں کو معجزے دیئے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا تھا کہ وہ اپنی لاٹھی زمین پر ڈالتے تھے تو وہ سانپ بن جاتی تھی اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر باہر نکالتے تھے، تو وہ چمکنے لگتا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دیا تھا کہ آپ پیدائشی اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے تو اس کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہو جاتی تھیں اور کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ تندرست ہو جاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے زیادہ معجزے دیئے تھے۔ ان کے بارے میں آگے چل کر بتائیں گے۔ ان میں پہلا معجزہ یہی تھا کہ فرشتوں نے آپؐ کا سینہ چیر کر دل باہر نکالا اور اس سے کالے رنگ کی کوئی چیز دور کر کے پھر سینے میں رکھ دیا اور سینے کا زخم اس طرح ٹھیک ہو گیا جیسے تھا ہی نہ۔

بزرگوں نے اس سلسلے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپؐ کے دل سے کالے رنگ کی کوئی چیز دور کر کے اسے نور سے بھر دیا گیا تھا ایسا کرنے سے وہ ساری کمزوریاں آپؐ سے دور ہو گئیں جو عام انسانوں میں ہوتی ہیں اور ایسی سب اچھائیاں مل گئیں کہ کسی اور کو نہیں ملیں۔

والدہ صاحبہ کا انتقال

حضرت حلیمہ سعدیہ اس وقت آپؐ کو حضرت آمنہ کے پاس چھوڑ گئی تھیں جب آپ کی عمر چار برس تھی۔ جب آپؐ کی عمر چھ برس ہوئی تو آپؐ کی والدہ صاحبہ اپنے ساتھ مدینہ لے گئیں۔ یہ سفر انھوں نے ایک تو اس وجہ سے کیا کہ آپؐ کے دادا کے

Marfat.com

ننھیال والوں سے ملانا چاہتی تھیں۔ دوسرے اپنے شوہر' یعنی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کرنا چاہتی تھیں۔

چند دن مدینہ میں ٹھہر کر جب آپ مکہ لوٹ رہی تھیں' تو الابواء نامی مقام پر آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپؐ کے والد کی کنیز ام ایمن برکہ حبشیہ ساتھ تھیں وہی حضورؐ کو اپنے ساتھ مکہ لائیں اور آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے سپرد کیا۔

عبدالمطلب نے آپؐ کی پرورش بہت محبت سے کی۔ آپؐ ان کے اس بیٹے کی اولاد تھے جسے وہ بہت چاہتے تھے' دوسرے خود حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی پیاری پیاری شکل و صورت اور اچھی عادتوں کی وجہ سے ایسے تھے کہ جو دیکھتا تھا اسے آپؐ پر پیار آتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے عبدالمطلب آپ کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

دادا کا انتقال

عبدالمطلب اپنے پیارے پوتے کو بہت محبت سے پرورش کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا یتیم پوتا اس طرح پھلے پھولے کہ اپنی عمر کے بچوں میں سب سے اچھا بن جائے۔ وہ قیمتی خزانے کی طرح حضورؐ کی حفاظت کرتے تھے' لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ اچانک بیمار ہوئے اور ۸۳ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

دادا کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمر آٹھ برس دو ماہ اور دس دن تھی۔

دادا کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا ابوطالب آپؐ کو اپنے گھر لے گئے اور دادا ہی کی طرح بہت محبت سے دیکھ بھال کرنے لگے۔

اس چھوٹی عمر میں بچوں کو زیادہ سمجھ بوجھ نہیں ہوتی۔ وہ اچھی چیزوں کے لیے ضد کرتے ہیں۔ آپس میں لڑتے جھگڑتے اور ہر وقت کھیل کود میں لگے رہنا چاہتے

Marfat.com

ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں ایسی ایک بھی عادت نہ تھی،
عادتیں بہت ہی اچھی تھیں۔ بھول کر بھی کوئی ایسا کام نہ کرتے تھے جو برا
تک کہ عام بچوں کے ساتھ گلی محلے میں کھیلتے بھی نہ تھے۔ آپؐ بہت حیادار تھے۔ کسی
سے کچھ کہنا ہوتا، تو بہت ادب اور تمیز سے کہتے۔ آپؐ کے ہر کام اور ہر بات میں بڑائی
اور پاکیزگی نظر آتی تھی۔ دیکھنے والوں کو آسانی سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے
اس بچے کو خاص خوبیاں دی ہیں۔

بکریوں کی رکھوالی

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی زندگی کے حالات میں یہ بات بھی بتائی جاتی ہے کہ جب ذرا سیانے ہوئے تو بکریاں چرانے کے لیے جنگل لے جایا کرتے تھے۔ یہ بکریاں آپؐ کے چچا ابوطالب کی بھی ہوتی تھیں اور مکہ کے کچھ اور لوگوں کی بھی جو آپ کو اس کام کی کچھ مزدوری دیا کرتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ بکریاں چرانا ایک ایسا کام ہے جو قریب قریب سبھی پیغمبروں نے کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں اس زمانے کا ایسا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ بچپن ہی سے سچے اور ایماندار تھے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ریوڑ کی ایک بکری گم ہو گئی۔ آپؐ اسے بہت ڈھونڈتے رہے، لیکن بکری نہ ملی، یہاں تک کہ شام ہو گئی اور آپؐ کے ساتھی چرواہے لڑکے اپنی بکریاں بستی کی طرف لے جانے لگے۔ ایک ساتھی نے آپؐ سے کہا "تم یہ کہہ دینا کہ بکری کو بھیڑیا کھا گیا۔ سب اس بات کو سچ مان لیں گے۔ پریشان کیوں ہو رہے ہو۔ ہمارے ساتھ چلو۔"

یہ بات ایسی تھی کہ اسے سب مان لیتے، ایسے حادثے ہوتے ہی رہتے تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے یہ بات نہ مانی۔ فرمایا "میں جھوٹ نہیں بول

Marfat.com

سکتا۔" اور اس وقت تک جنگل ہی میں رہے جب تک بکری مل نہ گئی۔

تجارتی سفر

قریش کے دوسرے لوگوں کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک بار تجارت کا سامان لے کر ملک شام جانے لگے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ساتھ جانے کے لیے کہا۔ عبدالمطلب کی طرح ابوطالب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپؐ نے ساتھ جانے کے لیے شوق ظاہر کیا، تو انہوں نے آپؐ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ برس تھی۔

ابوطالب سفر کرتے ہوئے جب بصریٰ نامی بستی میں پہنچے، تو ایک عیسائی راہب نے ان سے کہا "اے قریشی سردار! آپ کے ساتھ جو بچہ ہے میں اس میں وہ نشانیاں دیکھ رہا ہوں جو آنے والے نبی میں ہوں گی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ درخت اور پتھر اس بچے کو سجدہ کرتے ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اسے آگے نہ لے جائیں۔ اسی جگہ سے مکہ لوٹ جائیں۔ اگر یہودیوں نے پہچان لیا، تو وہ اسے زندہ نہ چھوڑیں گے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ آنے والا نبی ان کی قوم میں پیدا ہو۔"

جس راہب نے یہ بات کہی اس کا نام بحیرا تھا اور اسے یہ بات اس وجہ سے معلوم ہوئی تھی کہ پہلی آسمانی کتابوں میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آخری نبی دنیا میں آئے گا۔

ابوطالب اپنے بھتیجے میں نیکی اور بھلائی کی ایسی نشانیاں خود بھی دیکھ رہے تھے جو عام بچوں میں نہیں ہوتیں۔ راہب کی یہ بات سنی، تو اسی جگہ سے مکہ لوٹ آئے۔

جیسا کہ پہلے بتا چکے ہیں، اس عیسائی راہب کا نام بحیرا تھا۔ راہب ان عیسائیوں کو کہا جاتا ہے جو دنیا کے کام دھندے چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جاتے ہیں۔

Marfat.com

ہمارے مذہب اسلام نے ایسا کرنے سے روکا ہے۔ اسلام کا حکم ہے دنیا کے کام دھندے بھی اس طرح کیے جائیں جیسا دین نے کہا ہے تو وہ بھی عبادت بن جاتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ جن کاموں سے اللہ اور اس کے نبیؐ ناراض ہوں وہ نہیں کرنے چاہیں اور پوری طرح ایماندار رہنا چاہیے۔

ایک سبق

اب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک زندگی کے جو حالات پڑھے وہ بارہ سال کی عمر تک کے ہیں۔ ان حالات اور واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شروع زندگی ہی سے آپؐ کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مثال کے طور پر پیدا ہونے سے پہلے ہی والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ صرف چھ برس کے تھے کہ والدہ صاحبہ دنیا سے تشریف لے گئیں۔ آٹھ برس کے ہوئے تو دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔ چھوٹی سی عمر میں آپؐ کو اتنے صدمے سہنے پڑے۔

ان صدموں کے علاوہ آپؐ کو غربت کی تکلیفیں بھی سہنا پڑیں۔ آپ کے دادا خوشحال تھے' ان کی زندگی میں آپؐ کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہوئی' لیکن چچا ابوطالب زیادہ امیر نہ تھے۔ بال بچے زیادہ اور آمدنی کم تھی۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں تنگی ترشی ہی سے گزارا ہوتا ہو گا۔ اسی لیے تو آپؐ نے بکریاں چرائیں۔

ایک کم عمر بچے کو ایسی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے' تو اس کی زندگی پر ان کا اثر پڑتا ہے۔ جن لوگوں نے اچھائی اور نیکی کا راستہ چھوڑ کر بری عادتیں اپنا لیں وہ اپنے برا بن جانے کی یہی وجہ بتاتے ہیں کہ شروع زندگی میں انہیں سخت مصیبتیں اٹھانا پڑیں اور ان مصیبتوں کی وجہ ہی سے ان کی عادتیں بگڑ گئیں' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک زندگی سے پہلا سبق یہی ملتا ہے کہ اچھی عادتیں اختیار کرنے اور اپنی زندگی کو پاک صاف رکھنے کے لیے مال و دولت اور پریشانیوں سے پاک حالات کی اتنی

Marfat.com

ضرورت نہیں جتنی اپنے آپ کو اچھا بنانے کے پکے ارادے کی ہے۔ جتنی پریشانیاں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اٹھانی پڑیں اور کسی کو کم ہی اٹھانی پڑی ہوں گی، لیکن ان کا آپؐ کی عادتوں پر ذرا بھی اثر نہ پڑا۔ آپؐ نے ایسی ایک عادت بھی اختیار نہ کی جو کسی کو بری لگتی۔ ایسی پاک صاف زندگی گزاری کہ دشمنوں کو بھی تعریف کرنا پڑی۔

دوسری بات یہ کہ اگر کسی بچے کے پیدا ہونے کے بعد رنج بھرے واقعات ہوں، تو لوگ اس کے بارے میں کہنے لگتے ہیں کہ وہ منحوس ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی سے یہ خیال بھی غلط ہو جاتا ہے۔ آپؐ ابھی ماں کے شکم میں تھے کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ پھر والدہ صاحبہ اور دادا بھی دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن اس بات میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ آپؐ سے زیادہ مبارک پوری تاریخ میں کوئی نہیں۔ نہ ویسا پاک کوئی ہے نہ ویسا اچھا کوئی ہے۔

ہم اپنی دنیا میں جس قدر خوبصورتی اور پاکیزگی دیکھتے ہیں وہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صدقے ہی حاصل ہوئی ہے۔ آپؐ سے پہلے دنیا کی جو حالت تھی اس کا کچھ حال بچے اس کتاب کے پہلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

اس بات کو بھی آپؐ کا معجزہ ہی کہا جائے گا کہ آپؐ نے دنیا میں تشریف لاتے ہی انسانی برادری کو یہ بتا دیا کہ نیک اور اچھا بننے کا تعلق امیر اور خوشحال ہونے سے نہیں، بلکہ نیک اور اچھا بننے کے پکے ارادے سے ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی بچے کے پیدا ہونے کے بعد غم بھرے واقعات کا ہونا اسی کی نحوست کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ ایسے واقعات تو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ہوتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

۳

جوانی کی عمر

Marfat.com

Marfat.com

بچپن اور لڑکپن کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان ہوئے' تو آپؐ کے خیالات اور بھی پاک اور آپؐ کی عادتیں اور بھی اچھی ہو گئیں۔

اس زمانے میں عام نوجوانوں کا حال تو یہ تھا کہ وہ برائی اور گناہ کے کام کر کے یوں خوش ہوتے تھے جیسے کوئی بڑی کامیابی حاصل کی ہو۔ گناہ کر کے شیخی بگھارنا بہادری کی نشانی خیال کرتے تھے اور دن رات ایسے ہی کاموں میں لگے رہتے تھے' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قسم کی برائیوں سے دور رہ کر ایسی پاکیزہ زندگی گزارتے تھے کہ جو بھی آپؐ کو دیکھتا تھا تعریف کرتا تھا۔

اگر کسی کو تکلیف میں دیکھتے تھے تو اس کی مدد کرتے تھے۔ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ وعدہ کرتے تھے تو ہر حالت میں پورا کرتے تھے۔ سب کا بھلا چاہتے تھے اور سب کی عزت کرتے تھے۔ کوئی بھلائی کا کام ہوتا دیکھتے تھے تو شوق سے اس میں شامل ہو جاتے تھے اور برائیوں سے الگ رہتے تھے۔ نہ کبھی کھیل تماشوں میں شامل ہوتے اور نہ اپنا وقت فضول کاموں میں گنواتے تھے۔

آپؐ کی زندگی کیسی پاک اور نورانی تھی اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ لوگ آپ کو صادق اور امین کہہ کر بلاتے تھے۔ صادق کا مطلب ہے سچ بولنے والا۔ اور امین اس شخص کو کہتے ہیں جو پوری طرح ایماندار ہو۔ شہر کے لوگوں نے یہ نام اس لیے دیئے تھے کہ انہوں نے آپؐ کو ہمیشہ سچ بولتے سنا تھا اور ہر معاملے میں امانتدار پایا تھا۔

جنگ میں شرکت

Marfat.com

کسی آدمی کے عقل مند، نیک اور شریف ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے دکھ درد میں ان کا ساتھی رہتا ہے۔ یہ نہیں کرتا کہ بس اپنے کام سے کام رکھے اور ہر بات میں اپنا ہی فائدہ سوچے۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اگر گھر والے کسی مصیبت میں پھنس گئے ہوں، تو ان کی وہ پریشانی دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر کام میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔

اس کے علاوہ انسان کی اچھائیوں میں ایک بڑی اچھائی اس کا بہادر اور دلیر ہونا بھی ہے۔ بزدل اور چھپ کر بیٹھ جانے والا آدمی بڑائی کا کوئی کام نہیں کر سکتا۔ وہ تو معمولی جانوروں کی طرح کچھ دن زندہ رہ کر یوں دنیا سے چلا جاتا ہے کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا اور نہ اس کی موت کے بعد کوئی اسے یاد کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں اچھائیاں، یعنی اپنے گھر والوں کے ساتھ مل کر پیار محبت سے رہنا اور بہادری بھی سب سے زیادہ دی تھی۔

اس بات کا ثبوت ایک واقعے سے ملتا ہے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ قبیلہ قریش، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبیلے اور بنوقیس نامی ایک اور قبیلے میں لڑائی چھڑ گئی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر صرف چودہ برس تھی۔

جب یہ لڑائی شروع ہوئی، تو آپؐ اس میں شامل ہوئے۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے آپؐ وہ تیر اٹھا اٹھا کر اپنے قبیلے کے تیراندازوں کو دیتے تھے جو دشمن قبیلے کے تیرانداز چلا رہے تھے۔

اس جنگ میں قریش جیت گئے اور اس فتح میں یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی حصہ تھا۔ اس واقعے سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ آپؐ اپنے قبیلے اور خاندان کے سب کاموں میں اسی طرح شامل رہتے ہوں گے۔

Marfat.com

تجارتی سفر

بچے یہ بات پڑھ چکے ہیں کہ قبیلہ قریش کے زیادہ تر لوگ تجارت کرتے تھے۔ اپنے خاندان کے لوگوں کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تجارت ہی کا پیشہ اختیار فرمایا۔

اس زمانے میں ایک قریشی خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلد اپنی تجارت کا سامان دوسرے ملکوں کا سفر کرنے والے سوداگروں کو دے دیا کرتی تھیں اور جب وہ واپس آتے تھے تو اپنا منافع خود رکھ لیتی تھیں اور سامان فروخت کرنے والوں کو ان کا حصہ دے دیتی تھیں۔

یہ خاتون بیوہ تھیں' یعنی ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ باپ جن کا نام خویلد تھا بہت بوڑھے ہو چکے تھے' گھر میں کوئی مرد نہ تھا جو دیکھ بھال کرتا' لیکن وہ ایسی عقل مند اور ہمت والی تھیں کہ اپنے کاروبار کی نگرانی خود کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہ عقل مند ہونے کے ساتھ ساتھ نیک بھی بہت تھیں اور ان کی نیکی اور پاکیزگی کی وجہ سے سب انہیں طاہرہ کہا کرتے تھے۔ طاہرہ کا مطلب پاکیزہ ہے۔ انہوں نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیکی اور سچائی کی شہرت سنی تو یہ خواہش ظاہر کی کہ آپؐ ان کا سامان لے جائیں اور تجارت کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات منظور کر لی اور حضرت خدیجہ کا سامان لے کر ملک شام کا سفر کیا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ کا ایک غلام جس کا نام میسرہ تھا آپؐ کے ساتھ گیا۔

اس بات کو سب مانتے ہیں کہ تجارت میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ ضروری بات ایمانداری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سب سے زیادہ ایماندار تھے۔ اس لیے آپؐ کا یہ تجارتی سفر بہت کامیاب رہا۔ دوسرے سوداگروں کو

Marfat.com

جتنا نفع ہوتا ہے آپؐ کو اس سے بہت زیادہ نفع حاصل ہوا۔

زیادہ نفع ملنے کے علاوہ آپؐ کے اچھے اخلاق کی وجہ سے لوگوں نے آپؐ کی بہت زیادہ عزت کی۔ جہاں تشریف لے گئے ہاتھوں سے چھاؤں کی گئی۔ ان دونوں باتوں کے علاوہ اس سفر میں کچھ اور ایسی باتیں بھی ہوئیں جن سے یہ ظاہر ہوا کہ آپؐ دوسرے لوگوں جیسے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بہت سی ایسی خوبیاں دی ہیں جو کسی اور میں نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر آپؐ چلتے تھے، تو بادل آپؐ کے اوپر سایہ کر دیتا تھا اور آپؐ کے ہر کام میں برکت اور پاکیزگی ظاہر ہوتی تھی۔

شادی

حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ نے یہ ساری باتیں انہیں بتائیں، تو وہ سمجھ گئیں کہ ابوطالب کے اس یتیم بھتیجے کو اللہ تعالیٰ نے خاص ہی شان اور عزت دی ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سن کر اور اپنے سامان کے نفع میں برکت دیکھ کر ایسی خوش ہوئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی اور اپنی ایک سہیلی کے ذریعے پیغام بھیجا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ پیغام حضورؐ کے چچا حمزہ کے ذریعے بھیجا گیا۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیغام ملا، تو آپؐ نے اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کر کے منظور کر لیا اور مکہ کی اس محترم خاتون کے ساتھ آپؐ کی شادی ہو گئی۔

بیان کیا جاتا ہے شادی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔

Marfat.com

ایک اور بڑا کارنامہ

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شروع زندگی سے ایسے تمام کاموں میں بہت شوق سے حصہ لیا کرتے تھے جن سے برائی کم ہوتی تھی اور بھلائی پھیلنے کا یقین ہوتا تھا۔ لوگوں کی مدد کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے' کسی کو بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے دیکھتے' تو آگے بڑھ کر اس کا بوجھ بانٹ لیتے۔ بیوہ عورتوں کو سودا سلف لا دیتے۔ کوئی کسی کو ناجائز طور پر ستا رہا ہوتا' تو اسے روکتے' غرض آپ کا زیادہ وقت نیکی کے کاموں ہی میں گزرتا۔

ان اچھے کاموں کے علاوہ جوانی کی عمر میں آپؐ نے ایک ایسا کام بھی کیا کہ سب نے آپؐ کی تعریف کی اور یہ مان لیا کہ جس طرح نیکی کے کاموں میں آپؐ سے بڑھا ہوا کوئی نہیں اسی طرح عقل مندی اور دانائی میں بھی آپؐ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

ہوا یہ کہ مکہ کی رہنے والی ایک عورت کعبہ شریف کے اندر خوشبو دینے والی چیزوں لوبان اور عود وغیرہ جلا رہی تھی کہ اس مقدس عمارت کو آگ لگ گئی اور کافی نقصان پہنچ گیا۔ ویسے بھی یہ عمارت بہت پرانی ہو گئی تھی۔ آگ لگنے سے نقصان پہنچا تو سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اسے نئے سرے سے بنایا جائے۔ اس فیصلے کے مطابق سب قبیلوں نے مل کر نئی عمارت بنانی شروع کر دی۔

یہ کام سب ہی خوشی خوشی کر رہے تھے لیکن جب حجر اسود کو دیوار میں لگانے کا موقع آیا' تو اس بات پر جھگڑا شروع ہو گیا کہ یہ مقدس پتھر اس کی جگہ کون لگائے گا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا یہ عزت اسے ملے۔ صلاح مشورے سے اس بات کا فیصلہ نہ ہو سکا تو لڑائی جھگڑے تک بات پہنچ گئی۔ لوگوں نے تلواریں نکال لیں اور قسمیں کھانے لگے کہ اپنی بات منوا کر رہیں گے۔

Marfat.com

لڑائی جھگڑا اس زمانے کے عربوں کے لیے ایک معمولی بات تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر تلواریں سونت کر لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ اب بھی یہی صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ اس نازک موقع پر جب خون خرابہ ہونے ہی والا تھا ایک عقل مند سردار ابو امیہ بن المغیرہ نے کہا "بھائیو! لڑتے کیوں ہو' یوں کرتے ہیں کہ جو آدمی سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو وہی حجر اسود کو اس کی جگہ لگا دے۔"

یہ بات اچھی تھی۔ اس لیے سب نے مان لی اور انتظار کرنے لگے۔ جب حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو یہ جان کر سب خوش ہو گئے۔ کہنے لگے "محمدؐ صادق اور امین ہیں۔ یہ انہی کا حق تھا کہ مقدس پتھر کو کعبہ کی دیوار میں لگائیں۔"

کوئی اور ہوتا تو اس کامیابی کو اپنی بڑائی کا ثبوت سمجھتا اور اس بات سے خوش ہوتا کہ اسے سب سے زیادہ عزت مل گئی' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی تدبیر کی کہ سب اس عزت میں شریک ہو گئے۔ آپؐ نے اپنی چادر زمین پر بچھا کر حجر اسود اس پر رکھ دیا اور فرمایا سب قبیلوں کے سردار چادر کے کونے پکڑ کر اسے اٹھا لیں اور اس جگہ لے جائیں جہاں یہ دیوار میں لگایا جائے گا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور جب وہ چادر کے کونے پکڑ کر حجر اسود کو اس جگہ لے گئے تو آپؐ نے اٹھا کر کعبہ شریف کی دیوار میں لگا دیا۔ اس عمدہ تدبیر سے لڑائی جھگڑا بھی ختم ہو گیا اور سب قبیلے بھی نیکی اور عزت کے اس کام میں شریک ہو گئے۔

Marfat.com

حجر اسود اور کعبہ

حجر عربی زبان میں پتھر کو کہتے ہیں اور اسود کا مطلب ہے کالا۔ یوں حجراسود کا مطلب ہوا کالا پتھر۔ یہ ایک بہت ہی مقدس پتھر ہے جو اب بھی کعبہ شریف کی دیوار میں لگا ہوا ہے۔ جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں ان کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ حجر اسود کو چومیں۔ جو لوگ وہاں تک نہ پہنچ سکیں' ان کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ حجراسود کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے اپنے ہاتھ کو چوم لیں۔ ایسا کرنا حج کی شرطوں میں سے ایک ضروری شرط ہے۔

بیان کیا جاتا ہے یہ پتھر حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے۔ اس خاص بات کے علاوہ حجر اسود کو مقدس سمجھنے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ یہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے اتحاد' یعنی مل کر رہنے اور ایک جیسا عقیدہ رکھنے کی ایک نشانی ہے۔

مسلمانوں کے بعض دشمن جو خود پتھروں اور درختوں اور دریاؤں وغیرہ کی پوجا کرتے ہیں یہ بات کہتے ہیں کہ مسلمان بھی پتھر کی پوجا کرتے ہیں۔ اسی لیے تو حج کے موقع پر حجراسود کو چومتے ہیں' لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ دنیا میں ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جو یہ سمجھ کر حجراسود کو چومتا یا اس کی عزت کرتا ہو کہ وہ اسے کسی طرح کا فائدہ یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس کا چومنا اور ادب کرنا تو بس اس لیے ہے کہ ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اور یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ دنیا کے سب مسلمانوں کو ایک بات پر اکٹھا کرنے کے لیے ایک چیز یا نشان کی بہرحال ضرورت تھی۔ دوسرے اس پتھر کا تعلق جنت سے ہے۔

یہ بات پوری طرح سمجھنے کے لیے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اگر سب مسلمان کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھا کرتے تو ہر مسجد میں یہ تماشہ نظر آیا کرتا کہ ایک مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے' تو دوسرا مغرب کی طرف۔

Marfat.com

ایک کا رخ شمال کی طرف ہے تو دوسرے کا جنوب کی طرف، لیکن اب ایسا نہیں، دنیا کے سب مسلمان ایک طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور وہ سمت، یعنی طرف ہے کعبہ شریف کی جس کی ایک دیوار میں حجراسود لگا ہوا ہے۔

بہت مشہور بات ہے۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجراسود کی طرف دیکھ کر فرمایا تھا "اے پتھر، میرے نزدیک تو صرف ایک پتھر ہے۔ میں تیری عزت اس لیے کرتا ہوں کہ مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کے نزدیک حجراسود کی حیثیت صرف ایک ایسے نشان کی ہے جس پر وہ سب اکٹھے ہو سکتے ہیں، یہ کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ یہ پتھر کسی قسم کا فائدہ یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔

کعبہ شریف کی بات یہ ہے کہ وہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے زمین پر بنائی گئی۔ عربی زبان میں کعبہ اس جگہ یا عمارت کو کہتے ہیں جو چوکور ہو، یعنی اس کی لمبائی چوڑائی ایک سی ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کی عبادت کرنے کے لیے یہ مسجد بنائی، تو اس کی لمبائی اور چوڑائی ایک جیسی تھی، اسی لیے اس کا نام کعبہ پڑ گیا۔

تاریخ لکھنے والے عالموں کا کہنا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جب یہ مسجد موسموں کے اثر اور پوری طرح دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ گئی تو اسے حضرت شیث علیہ السلام نے دوبارہ بنایا جو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرح وہ پیغمبر بھی تھے۔

حضرت شیث علیہ السلام کے بعد یہ مسجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بنائی۔ ان کے بعد شہر مکہ میں سب سے پہلے آباد ہونے والے قبیلے بنو جرہم نے اسے تعمیر کیا۔ پھر عمالقہ نے اور پھر قریش کے ایک

Marfat.com

سردار الحارث بن مضاض الاصغر نے' یہاں تک کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آگیا اور آگ سے نقصان پہنچنے کی وجہ سے اسے نئے سرے سے بنانے کی ضرورت سمجھی گئی۔

مسلمانوں کے نزدیک کعبہ شریف کی حیثیت بھی ایک مسجد کی ہے۔ اور اس کی بہت زیادہ عزت اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ خاص اس کی پوجا کوئی بھی نہیں کرتا۔ عبادت کرنے کے معاملے میں اسلام کا صحیح حکم یہی ہے کہ صرف اللہ کو اپنا رب' یعنی پالنے والا سمجھنا چاہیے اور صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

ایک اور بڑا کارنامہ

کعبہ کی تعمیر کے وقت ایک بہت اچھا فیصلہ کر کے قبیلوں کو خون خرابے سے بچانے کے علاوہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی کا ایک اور بہت ہی بڑا کام یہ کیا کہ کمزوروں کو ظالموں کے ظلم سے بچانے والی ایک انجمن میں شرکت کی۔

اس انجمن کا نام حلف الفضول تھا اور یہ مکہ میں رہنے والے ان نیک دل لوگوں نے بنائی تھی جو برائی کے کاموں سے بہت نفرت کرتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ کوئی اپنا ہو یا پرایا سب کے ساتھ انصاف ہونا چاہیے اور ہر شخص کو اس کا حق ملنا چاہیے۔

اس انجمن کے بارے میں یہ بات بتائی جاتی ہے کہ اس کی بنیاد قبیلہ بنو جرہم کے تین نیک دل سرداروں نے ڈالی تھی۔ ان سرداروں کے نام یہ ہیں:

(۱) فضل بن وداعہ (۲) فضل بن فضاعہ (۳) فضل بن الحارث' چونکہ لفظ فضل ان تینوں کے نام کا حصہ تھا۔ اس لیے لوگوں نے اسے حلف الفضول کا نام دے دیا۔ حلف پکا وعدہ کرنے کو کہتے ہیں اور فضول اسے اس لیے کہا گیا کہ فضل نام کے تین سرداروں نے یہ حلف اٹھایا تھا' یعنی پکا وعدہ کیا تھا۔ وعدہ یا حلف یہ تھا کہ ہم کسی پر ظلم

Marfat.com

نہ ہونے دیں گے۔ جس پر ظلم کیا جائے گا اس کی مدد کریں گے اور جو ظلم کرے گا' اسے سزا دیں گے۔

قبیلہ بنو جرہم کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دودھ پیتے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑی رگڑنے سے زم زم کا چشمہ جاری ہوا تو اس چشمے کو دیکھ کر یہ قبیلہ اسی جگہ آباد ہو گیا۔

اس زمانے میں یہ جگہ چٹیل میدان تھی جہاں اب شہر مکہ آباد ہے۔ اس جگہ سب سے پہلے قبیلہ بنو جرہم ہی آباد ہوا اور پھر آبادی بڑھتے بڑھتے اس جگہ ایک بڑا شہر آباد ہو گیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حلف الفضول ایک بھولی بسری بات بن گیا۔ اسے دوبارہ قائم کرنے کا خیال اس وقت آیا جب شہر مکہ کے باشندے پہلے کی طرح ظالم اور بے انصاف بن گئے۔

اس سلسلے میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار بنو زبید نامی قبیلے کا ایک سوداگر اپنا سامان لے کر مکہ آیا اور قریش کے ایک سردار عاص بن وائل نے اس سے کچھ چیزیں لے کر قیمت دینے سے انکار کر دیا۔ اس ظلم اور بے انصافی پر سوداگر نے دوسرے قریشی سرداروں سے شکایت کی اور کہا۔ مجھے میرا حق دلواؤ' لیکن کسی نے اس کی فریاد نہ سنی۔

اس زمانے میں ایسی بے انصافیاں ہوتی ہی رہتی تھیں' پھر بھی اس شہر میں کچھ ایسے نیک دل لوگ رہتے تھے جو برائی کے ایسے کاموں پر بہت افسوس کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ سب کے ساتھ انصاف ہو۔ کوئی کسی پر زیادتی نہ کر سکے۔

زبیدی سوداگر کے ساتھ کھلی بے انصافی ہوئی' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت زبیر اور ایک اور قریشی سردار عبداللہ بن جدعان نے آپس میں مشورہ کر کے

Marfat.com

عاص بن وائل سے سوداگر کے مال کی قیمت وصول کر کے اسے دینے کا فیصلہ کیا اور اس کام میں مکہ کے کچھ اور نیک دل لوگوں کو بھی ساتھی بنایا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ایک جلسہ ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جس طرح قبیلہ بنو جرہم نے برائیوں کے خاتمے کے لیے حلف الفضول کے نام سے انجمن بنائی تھی ہمیں بھی ایسی ایک انجمن بنانی چاہیے اور یہ حلف اٹھانا چاہیے کہ کسی شخص کے ساتھ بھی بے انصافی نہ ہونے دیں گے۔ اس جلسے میں حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی شرکت کی اور سب کے ساتھ آپؐ نے یہ وعدہ کیا کہ اگر کوئی کسی کو ناحق ستائے گا تو مظلوم کو اس کے ظلم سے بچانے کی پوری کوشش کریں گے۔

جن لوگوں نے یہ نئی انجمن بنائی ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا جس کا نام فضل ہوتا، لیکن انہوں نے اس کا نام حلف الفضول ہی رکھا۔ پرانی انجمن کی یاد تازہ کرنے کے علاوہ یہ نام اس لیے بھی پڑ گیا کہ قریش نے اسے ایک ایسا کام سمجھا جو ضروری نہ تھا، بلکہ انہوں نے یونہی، یعنی فضول ہی اپنے ذمے لے لیا تھا۔

مکہ کے معزز لوگوں نے کمزوروں کی مدد کرنے کا حلف اٹھایا تو زبیدی سوداگر کی رقم دبا لینے والا عاص بن وائل ڈر گیا اور اس نے سوداگر کی چیزوں کی قیمت دے دی۔ اور یوں بے انصافی کا خاتمہ ہوا۔

جس وقت یہ انجمن بنی حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی عمر ۳۵ سال تھی۔ حلف الفضول میں شامل ہو جانے کے واقعے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کے اس حصے میں ایسی باتوں کو بہت برا سمجھتے تھے جن سے کسی کا حق مارا جاتا ہو یا کسی کو تکلیف پہنچتی ہو۔ عام لوگوں کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ جوانی کی عمر میں زیادہ تر کھیل تماشوں میں لگے رہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ انہیں زیادہ

Marfat.com

سے زیادہ آرام حاصل ہو، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی تکلیفیں دور کر کے اور انہیں آرام پہنچا کر خوش ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا زیادہ وقت ایسے ہی کاموں میں خرچ کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے جو حالات اب تک لکھے گئے ان سے جو بات خاص طور پر ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو سچی عزت اور اصلی کامیابی اسی وقت ملتی ہے جب وہ نیکی اور شرافت کو اپناتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یتیم پیدا ہوئے تھے۔ زیادہ امیر بھی نہ تھے، لیکن آپؐ کی شرافت اور نیکیوں کی وجہ سے آپؐ کو شہر کے بڑے بڑے سرداروں سے بھی زیادہ عزت ملی اور ایک بہت بڑے خاندان کی بہت امیر خاتون نے خود خواہش کر کے آپؐ کے ساتھ شادی کی۔ یاد رہے یہ ساری کامیابیاں آپؐ کو اس وقت حاصل ہوئیں جب مکہ کے دوسرے باشندوں کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔ نبوت کا اعلان نہ کیا تھا۔

ہم سب کو چاہیے ابھی سے نیک اور شریف بننے کی کوشش کریں۔

Marfat.com

۴

نبوت کا نور

Marfat.com

Marfat.com

حضرت خدیجہ سے شادی کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کا آرام حاصل ہو گیا تھا۔ وہ بہت امیر تھیں اور انہوں نے اپنی ساری دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی تھی، لیکن آپؐ عیش و آرام کی زندگی گزارنے کے بجائے اللہ کی عبادت اور اللہ کے بندوں کو فائدہ پہنچانے والے کاموں میں لگے رہتے تھے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے۔ جن کے پاس کپڑے نہ ہوتے، انہیں کپڑے پہناتے۔ کسی کو مصیبت میں دیکھتے تو اس کی مدد کرتے۔

ان کاموں کے علاوہ آپ کا قاعدہ تھا کہ کچھ ستو اور پانی لے کر ایک غار میں چلے جاتے اور کئی کئی دن اللہ کی عبادت کرتے رہتے۔ اس غار کا نام حرا ہے۔ یہ مکہ شہر سے شمال مغرب کی طرف کوئی تین میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ میں ہے۔ یہ چار گز لمبا اور پونے دو گز چوڑا ہے۔ غار بہت بڑے اور بہت گہرے گڑھے یا کھڈ کو کہتے ہیں۔ یہ پہاڑوں میں بھی بن جاتے ہیں اور زمین میں بھی۔

ایک دن کا ذکر ہے آپؐ غار حرا کے اندر اللہ کی عبادت کر رہے تھے کہ نبیوں اور رسولوں کو اللہ کا پیغام پہنچانے والا فرشتہ جبریلؑ ظاہر ہوا اور آپؐ سے کہا "پڑھیے۔"

آپؐ نے جواب دیا "میں پڑھنا نہیں جانتا۔"

یہ سن کر آپؐ کو فرشتے نے سینے سے لگا کر بھینچا اور کہا: "پڑھیے۔"

آپؐ نے پھر وہی جواب دیا۔ اسی طرح فرشتے نے آپؐ کو تین بار بھینچا اور کہا "پڑھیے" اور آپؐ نے یہی جواب دیا۔ "میں پڑھنا نہیں جانتا"۔ اس کے بعد فرشتے نے کہا:

Marfat.com

"اپنے رب کا نام لے کر پڑھیے جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بہت کرم کرنے والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہ جانتا تھا۔"

یہ قرآن مجید کی سورہ العلق کی پہلی پانچ آیتیں تھیں جو فرشتے نے تلاوت کیں۔ اور یہی پہلی وحی تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے نبیوں اور رسولوں کی طرف بھیجتا رہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی ۹ ربیع الاول مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء پیر کے دن اتری۔ اس وقت آپؐ کی عمر چالیس سال ایک دن تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول بھیجے جو دنیا کے تمام علاقوں میں آئے اور تمام قوموں کو برائیوں سے روکتے اور نیکی کے کام کرنے کی تعلیم دیتے رہے۔ ان میں حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے سردار اور اللہ کے آخری رسولؐ ہیں۔ آپؐ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور وہ تعلیم مکمل ہو گئی جو انسانوں کو نیکی کے راستے پر چلانے کے لیے نبیؐ اور رسولؐ دیتے آ رہے تھے۔

غار حرا میں فرشتے کا ظاہر ہونا اور قرآن کی آیتیں پڑھنا ایک عجیب بات تھی۔ یہ نرالی بات ہوئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوئے اور گھر آ کر اپنی بیوی حضرت خدیجہ سے فرمایا "مجھے کپڑا اڑھا دو۔ مجھے کپڑا اڑھا دو۔" پھر غار حرا میں ہونے والا سارا واقعہ سنایا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔

حضرت خدیجہ بہت عقل مند خاتون تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ساری باتیں بھی جانتی تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ آپؐ نے اپنی پوری زندگی

Marfat.com

میں ایک کام بھی ایسا نہیں کیا جس سے کسی کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ آپؐ تو ہمیشہ دوسروں کو فائدہ ہی پہنچاتے رہے، چنانچہ انہوں نے اطمینان دلایا:

"اللہ آپؐ کو نقصان نہ پہنچنے دے گا، کیونکہ آپؐ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ دوسروں کے کام آتے ہیں۔ غریبوں کی امداد کرتے ہیں۔ مہمانوں کی خاطر مدارت کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں تکلیفیں اٹھانے والوں کی مدد کرتے ہیں۔"

تسلی دینے کے علاوہ حضرت خدیجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ پہلے آسمانی کتابوں زبور، تورات اور انجیل کے عالم تھے اور یہ بات جانتے تھے کہ اس زمانے میں اللہ کا آخری رسولؐ آنے والا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا واقعہ سن کر انہوں نے خوشی ظاہر کی اور کہا:

"اللہ کی قسم یہ تو وہی فرشتہ تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ خوش ہو جایئے آپؐ اس زمانے کے نبی ہیں۔ اب کچھ ہی دن بعد وہ وقت آئے گا جب آپؐ کی قوم آپؐ کو جھٹلائے گی۔ آپؐ کو تکلیفیں دے گی۔ آپؐ سے جنگ کرے گی اور آپؐ کو یہاں سے نکال دے گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپؐ کی بھرپور مدد کروں گا۔"

یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا میری قوم کے لوگ میرے ساتھ ایسا سلوک کریں گے؟"

ورقہ بن نوفل نے کہا: "ہاں ایسا ہی ہو گا۔ پہلے زمانے سے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ ان کی قوموں کے لوگ ایسا ہی سلوک کرتے آ رہے ہیں۔"

اسلام کا پیغام پہنچانے کا حکم

پہلی وحی آنے کے بعد کچھ دن ایسے گزرے کہ وحی لانے والا فرشتہ جبرئیلؑ ظاہر

Marfat.com

نہ ہوا۔ پھر جبرئیلؑ نے قرآن مجید کی آیتیں پہنچانی شروع کر دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بھی پہنچایا کہ آپؐ اپنی نبوت کا اعلان کر دیں اور دین اسلام کا پیغام لوگوں کو سنائیں۔

پہلی دفعہ فرشتے کو دیکھ کر جو گھبراہٹ ہوئی تھی وہ دور ہو گئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طرح یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے واقعی آپؐ کو نبوت بخشی ہے اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں کو یہ بتایا کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام پر مقرر کیا ہے کہ اس کا حکم اس کے بندوں تک پہنچاؤں۔

آپ نے دین اسلام کا جو پہلا پیغام سنایا وہ یہ تھا کہ بتوں' چاند ستاروں اور آگ وغیرہ کی پوجا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ آپؐ نے یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی سب کو روزی دیتا اور سب کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں' بلکہ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ کوئی اس کا ساجھی نہیں۔

اللہ کو سب سے بڑا اور اکیلا ماننے کو توحید کا عقیدہ کہتے ہیں۔ اور یہ ہمارے دین اسلام کی بنیاد ہے۔ اگر کوئی آدمی یہ مانتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی اس کی مدد کر سکتا ہے یا اللہ تعالیٰ جیسے اختیار اور طاقت رکھنے والا کوئی اور بھی ہے' تو وہ مسلمان نہ رہے گا' بلکہ مشرک بن جائے گا' یعنی شرک جیسا بڑا گناہ کرنے والا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفتوں میں کسی اور کو ساجھی ماننا شرک کہلاتا ہے اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس گناہ کا کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اس گناہ کو کبھی معاف نہ کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی اچھی باتیں سب سے پہلے اپنے گھر

Marfat.com

والوں کو بتائیں اور یہ باتیں سن کر آپؐ کی بیوی حضرت خدیجہ فوراً مسلمان ہو گئیں۔ انہوں نے یہ بات سچے دل سے مان لی کہ آپؐ واقعی اللہ کے رسولؐ ہیں۔ حضرت خدیجہ کے علاوہ آپؐ کے چچا ابوطالب کے بیٹے حضرت علی بھی مسلمان ہو گئے۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر ۹ برس تھی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ اسی طرح حضورؐ کے خادم اور منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ بن حارثہ بھی مسلمان ہو گئے۔

اسلام کا نور پھیلا

نبوت ملنے کے بعد تین سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو چپکے چپکے دین اسلام کی باتیں بتاتے رہے اور آپؐ کی ان کوششوں سے گھر والوں کے علاوہ سب سے پہلے آپؐ کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمان ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف وغیرہ چالیس آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔

تین سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ اب لوگوں کو کھلم کھلا دین اسلام کی باتیں بتایئے اور اس حکم کے مطابق ایک دن آپؐ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو پکارا۔ "یا صباحاہ یا صباحاہ"

عربوں کا قاعدہ تھا کسی طرح کا خطرہ دیکھتے تھے، تو اپنی قوم کے لوگوں کو مدد کے لیے اسی طرح پکارتے تھے۔ پکارنے والے کی آواز سن کر سب اکٹھے ہو جاتے تھے اور اس کی مدد کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر پکارا تو لوگ اکٹھے ہو گئے اور پکارنے کی وجہ پوچھی۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگو! اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف سے دشمنوں کی ایک فوج حملہ کرنے کے لیے آرہی ہے تو کیا تم میری اس بات کو سچ مان لو گے؟" لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا: "ہاں سچ مان لیں گے' کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا۔"

لوگوں کا یہ جواب سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو خبردار ہو جاؤ' میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈرانے آیا ہوں جو تمہارے سامنے ہی ہے۔"

پچھلے تین برسوں میں قریش کے سرداروں کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ ہماری برادری کا یہ شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتا ہے اور لوگوں کو ایک نئے مذہب کی طرف بلا رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا' تو سمجھ گئے اب حضورؐ اپنے اسی نئے مذہب کی باتیں شروع کر دیں گے۔ یہ سمجھ کر اور لوگ تو خیر چپ رہے' لیکن آپؐ کا چچا ابولہب بہت ناراض ہو کر بولا: "تیرا سارا دن مصیبت میں گزرے' کیا تو نے یہی کہنے کے لیے ہمیں بلایا تھا۔" یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کوشش کی کہ لوگ آپؐ کی باتیں سنیں' لیکن وہ سب ابولہب کے ساتھ وہاں سے چلے گئے۔

عام دعوت

کوہ صفا پر اللہ کا پیغام سنانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دین کی باتیں بتانے کے لیے یہ طریقہ اپنایا کہ آپؐ گلیوں اور بازاروں میں کھڑے ہو کر تقریریں کرتے اور لوگوں کے پاس جا کر ان سے کہتے کہ کفر اور گناہ کی باتیں چھوڑ کر اللہ کو مانو اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارو۔

یہ بات ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اس زمانے میں لوگ بہت سی برائیوں میں پھنسے

Marfat.com

ہوئے تھے۔ سب سے بڑی برائی تو یہ تھی کہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ان میں کچھ ایسے بے عقل بھی تھے جو چاند ستاروں' آگ اور درختوں وغیرہ کو پوجتے تھے۔

اس بہت بڑی برائی کے علاوہ چوری کرنے' بیگناہوں کو ستانے' کسی پر الزام لگا دینے' دھوکہ دینے' جھوٹ بولنے اور اسی طرح کی برائیوں کو معمولی باتیں خیال کرتے تھے اور دن رات ایسے ہی کام کرتے رہتے تھے' ان میں بعض تو ایسے ظالم تھے کہ اگر کسی کے گھر بیٹی پیدا ہو جاتی تھی تو اس کا باپ زمین میں گڑھا کھود کر اسے زندہ ہی دبا دیتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ایسے سب گناہوں سے روکتے تھے اور نصیحت کرتے تھے کہ بتوں اور دوسری چیزوں کی پوجا چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرو اور گناہ کی باتیں چھوڑ کر نیک اور شریف بن جاؤ۔

یہ ساری ہی باتیں ایسی تھیں کہ جو انہیں اپنا لیتا تھا اس کی زندگی سنور جاتی تھی' لیکن اپنی بے عقلی کی وجہ سے قریشی سردار آپؐ کے دشمن بن گئے اور کوشش کرنے لگے کہ آپؐ دین کی یہ اچھی باتیں کرنے سے رک جائیں۔

آپ جہاں بھی جاتے کوئی نہ کوئی وہاں پہنچ جاتا اور لوگوں سے کہتا: "محمدؐ کی باتیں نہ سنو' یہ تمہیں تمہارے باپ دادا کے دین سے پھیر دیں گے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے سے روکنے کے لیے وہ لوگوں سے یہ بھی کہتے "ان کی باتیں مت سننا' یہ بہت بڑے جادوگر ہیں۔"

کوئی کہتا "یہ دیوانے ہو گئے ہیں۔" (نعوذ باللہ)

مکہ کے کافر ان نیک دل لوگوں کو بھی ستاتے جو مسلمان ہو گئے تھے' لیکن یہ تو اللہ کا سچا دین تھا جس کی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندوں کو بتا رہے

Marfat.com

تھے اس لیے قریش کی مخالفت' دشمنی اور ظلم کے باوجود مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہی جاتی تھی اور جو مسلمان ہو جاتا تھا اسلام پر قائم رہتا تھا۔

اسلام کی یہ کامیابی دیکھ کر مکہ کے قریش سردار چاہتے تو یہ تھے کہ آپ کو قتل کر دیں' لیکن آپ کے خاندان بنی ہاشم سے ڈرتے تھے۔ آپ کے چچا ابوطالب اگرچہ خود مسلمان نہ ہوئے تھے' لیکن آپ کو ہر قسم کی مصیبتوں سے بچانے کے لیے آگے آ جاتے تھے اور ان کی وجہ سے دشمن آپ کو نقصان پہنچانے سے رک جاتے تھے۔

ابوطالب پر دباؤ

ابوطالب کو حضور کی حمایت سے روکنے کے لیے ایک دن دشمنوں نے یہ صلاح کی کہ ابوطالب سے مل کر صاف لفظوں میں کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے بھتیجے کی حمایت کرنے سے رک جائیں' ورنہ ہم ان کی بھی پروا نہ کریں گے۔

یہ مشورہ کرنے کے بعد کئی سردار مل کر ابوطالب کے پاس گئے اور ان سے کہا: "اے ابوطالب' یا تو تم اپنے بھتیجے کو منع کر دو کہ ہمارے باپ دادا کے مذہب کو غلط نہ کہا کرے اور جن بتوں کو ہم پوجتے ہیں انھیں برا نہ بتایا کرے' ورنہ ہم سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب ہم تمھارا بھی لحاظ نہ کریں گے۔"

ابوطالب نے یہ دھمکی سنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: "بھتیجے' مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں۔"

چچا کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چچا جان' اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج بھی رکھ دیں گے' تو وہ کام نہ چھوڑوں گا جو کر رہا ہوں۔ یہاں تک کہ اللہ کا دین پھیل جائے یا یہ کوشش کرتے ہوئے میری جان جاتی رہے۔"

یہ کہہ کر آپ اٹھے اور وہاں سے جانے لگے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں میں

Marfat.com

آنسو بھر آئے تھے۔ ابوطالب نے یہ دیکھا' تو تسلی دیتے ہوئے کہا: "بھتیجے' تم جو کام کر رہے ہو شوق سے کرتے رہو۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

یہ سنا تو قریشی سردار شرمندہ ہو کر وہاں سے چلے گئے۔

غریب مسلمانوں پر ظلم

قریشی سردار جن میں ابولہب' ابوجہل' امیہ بن خلف اور عاص بن وائل آگے آگے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلم کھلا نقصان نہ پہنچا سکے تو غریب مسلمانوں پر غصہ اتارنے لگے۔

ان غریب مسلمانوں میں حضرت بلالؓ' حضرت عمارؓ بن یاسر' ان کے والد حضرت یاسرؓ اور ان کی والدہ وغیرہ کو بہت ستایا۔ مارتے پیٹتے' دوپہر کے وقت دھوپ میں کھڑا کر دیتے۔ ہاتھ اور پاؤں رسیوں سے باندھ کر قید کر دیتے اور ایسے ہی اور ظلم کرتے۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ جنہیں بلال حبشی کہا جاتا ہے ایک بہت ہی ظالم شخص امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب وہ مسلمان ہو گئے' تو امیہ بن خلف کو بہت غصہ آیا۔ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دوپہر کے وقت گرم ریت پر لٹا دیتا اور ان کی چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتا۔ کبھی پیروں میں رسی باندھ کر آوارہ لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور وہ انہیں گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ یہ ظلم کرتے ہوئے امیہ حضرت بلالؓ سے کہتا جب تک تو محمدؐ کا دین نہ چھوڑے گا تجھے اسی طرح سزا دی جائے گی' لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کی بات نہ مانتے اور احد احد کہتے رہتے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ان تکلیفوں کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں امیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی کی طرح حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو بھی مسلمان ہو جانے کی وجہ سے بہت زیادہ تکلیفیں دی گئیں' لیکن وہ ایمان پر قائم

Marfat.com

رہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ ایک ظالم عورت ام انمار بنت سباع کے غلام تھے۔ وہ مسلمان ہو گئے تو اس عورت اور اس کے قبیلے کے لوگوں نے ان پر بہت ظلم کیا۔ انہیں انگاروں پر لٹا کر چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے یا کوئی آدمی چھاتی پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا اور اس وقت تک کھڑا رہتا جب تک انگارے بجھ نہ جاتے۔

کبھی لوہا گرم کر کے ان کے سر پر داغ لگاتے اور کہتے "جب تک تو محمدؐ کا دین نہ چھوڑے گا تیرا یہی حال کرتے ہیں گے۔" لیکن حضرت خباب رضی اللہ عنہ اپنا ایمان بچانے کے لیے یہ ساری تکلیفیں خوشی سے سہتے رہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ' ان کے والد حضرت یاسر بن عامر رضی اللہ عنہ اور والدہ حضرت سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہا قبیلہ بنی مخزوم کے ایک سردار ابوحذیفہ کے غلام تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی باتیں بتائیں تو یہ تینوں ہی مسلمان ہو گئے اور اس بات پر ابوحذیفہ اور اس کے قبیلے کے لوگ ان پر سخت ظلم کرنے لگے۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بوڑھی عورت تھیں' ابوحذیفہ انہیں لوہے کی کڑیوں سے بنا ہوا کرتا' جو لڑائی کے وقت پہنا جاتا تھا اور جسے زرہ کہتے تھے پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتا۔ لوہے کی کڑیاں گرم ہو جاتیں' تو حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو سخت تکلیف ہوتی' لیکن وہ صبر کرتیں۔ ایک دن تو ایسا ہوا کہ ظالم ابوجہل نے برچھا مار کر انہیں شہید ہی کر دیا۔ اسلام کے راستے میں سب سے پہلے یہی خاتون شہید ہوئیں۔

کہا جاتا ہے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یاسر بن عامر رضی اللہ عنہ کو بھی ظالموں نے اسی وجہ سے شہید کر دیا کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بھی حد سے زیادہ ستایا' لیکن وہ ایمان پر قائم رہے۔

Marfat.com

انہی کی طرح اور بہت سے لوگوں کو ستایا گیا اور انہوں نے خوشی خوشی کافروں کے ظلم برداشت کیے۔

ان سب مظلوم مسلمانوں کے حالات لکھے جائیں تو ایک بہت بڑی کتاب بن جائے، لیکن ان چند واقعات سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے دین اور اپنے ایمان کی خاطر بڑے سے بڑا ظلم سہا۔

جیسا کہ بچوں کو معلوم ہو گیا ہو گا یہ مسلمان بالکل غریب تھے۔ ان میں سے بہت سے تو دوسروں کے غلام تھے، جب یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو باتیں بتاتے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہیں، تو انہوں نے وہ سب باتیں سچے دل سے مان لیں اور ان پر عمل کرنے لگے اور کفر، یعنی برائی کی سب باتیں چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں مسلمانوں کے گھروں میں پیدا کیا اور اسلام جیسی دولت ہمیں بالکل مفت میں مل گئی۔ یہ کیسی قیمتی چیز ہے اس کا اندازہ بچے صرف اس بات سے کر سکتے ہیں کہ پہلے زمانے کے مسلمان اپنا ایمان اور اپنا دین بچانے کے لیے اپنی جان کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔ بڑی سے بڑی تکلیف اٹھاتے تھے، لیکن دین سے نہ پھرتے تھے۔

پیارے بچوں کو چاہیے اپنے بزرگوں کی طرح اپنے دین اسلام کو سب سے بڑی دولت سمجھیں اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزاریں۔

ہمارے دین اسلام کی باتیں ایسی اچھی اور فائدہ پہنچانے والی ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے ثواب ملنے کے ساتھ اس دنیا میں بھی بہت برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ہمارے بزرگ دین کی باتوں پر چلنے کی وجہ سے ہی بہت بڑی سلطنت کے مالک بن گئے تھے۔ ہم ان باتوں پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ویسی ہی عزت اور شان دے گا۔

Marfat.com

Marfat.com

۵

آزمائش کا زمانہ

Marfat.com

Marfat.com

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں اور وہ باتیں بتانے آیا ہوں جن پر عمل کرنے سے ساری برائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور یہ دنیا ایسی اچھی بن جائے گی کہ امیر' غریب سب ہنسی خوشی زندگی گزاریں گے۔ کسی کو معمولی سی تکلیف بھی نہ ہو گی' تو ان اچھی باتوں پر عمل کرنے کے بجائے مکہ کے کافر سردار آپؐ کے دشمن بن گئے اور سب یہ کوشش کرنے لگے کہ آپ اپنے نئے مذہب کی باتیں کرنا چھوڑ دیں۔

ان کی اس مخالفت کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اپنی بے عقلی کی وجہ سے وہ برائیوں سے بھرے ہوئے اپنے پرانے مذہب ہی کو بہت اچھا سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ جس طریقے پر ان کے کافر باپ دادا چلتے تھے اسی پر چلتے رہیں۔

اس کے علاوہ مخالفت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ان ظالم سرداروں نے ایسے قاعدے اور قانون بنا رکھے تھے کہ غریب غرباء جو محنت مزدوری کرتے تھے اس کا سارا فائدہ خود ہڑپ کر جاتے تھے اور انسانوں کو فائدہ پہنچانے والی جتنی چیزیں تھیں ان سب پر خود قبضہ کر رکھا تھا۔

ظلم اور بے انصافی کی اور باتوں کے علاوہ ایک یہی بات بہت بری تھی کہ کمزور مردوں' عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر غلام بنا لیتے تھے اور ان کے ساتھ جانوروں سے بھی برا سلوک کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب بے انصافیوں سے روکا اور یہ تعلیم دی کہ سب انسان رتبے میں برابر ہیں' کیونکہ سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ رتبہ

Marfat.com

اور عزت صرف ان کی زیادہ ہے جو اچھے کام کرتے ہیں۔

کافروں کو دین اسلام کی یہ باتیں بہت بری لگیں اور وہ آپؐ کے دشمن بن گئے اور کوشش کرنے لگے کہ جس طرح بھی ہو اس نئے دین کو ختم کر دیں۔

غریب مسلمانوں کو ستانا اور پریشان کرنا تو ان کے لیے کچھ بھی مشکل نہ تھا' چنانچہ وہ غریب مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے۔ آگے چل کر وہ آزاد اور خوشحال مسلمانوں کو بھی ستانے لگے' بلکہ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی سلوک کرنا چاہتے تھے' لیکن ابوطالب کی وجہ سے ایسا نہ کر سکتے تھے۔ ابوطالب قریش کے مشہور خاندان بنو ہاشم کے سردار تھے اور کافروں کو ڈر تھا کہ اگر ان کے بھتیجے کو کھلم کھلا ستایا' تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور ان کے کہنے سے ان کا پورا خاندان لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔

بادشاہ بنانے کا لالچ

ان سب باتوں پر غور کر کے کافر سرداروں نے ایک دن یہ صلاح کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا جائے کہ اگر وہ نئے دین کی باتیں کرنا چھوڑ دیں تو انہیں اپنا بادشاہ بنا لیں گے اور وہ سب خواہشیں پوری کر دیں گے جو وہ چاہیں گے۔

یہ صلاح مشورہ کر کے کافروں نے ایک دن اپنے ایک ساتھی عتبہ بن ربیعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور اس نے ادھر ادھر کی چند باتیں کرنے کے بعد کہا: "محمدؐ" اگر تم اس نئے دین کی باتیں نہ کرو اور ہمارے مذہب کو برا کہنا چھوڑ دو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنانے کے لیے تیار ہیں۔ اس کے علاوہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خوب امیر کبیر بن جاؤ تو بہت ساری دولت بھی دینے کے لیے تیار ہیں اور یہ بھی کر سکتے ہیں کہ تم جس عورت سے شادی کرنا چاہو اس کے ساتھ تمہاری شادی کر دیں۔"

بادشاہت دنیا کا سب سے اونچا عہدہ ہے۔ کوئی اور ہوتا' تو عتبہ کی بات ضرور

Marfat.com

مان لیتا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات مان لینے کے بجائے حم سجدہ کی آیات تلاوت فرمائیں۔ یہ آیتیں سن کر عتبہ حیران رہ گیا۔ واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے یہ کہا: "اچھی بات یہ ہے کہ تم محمدؐ کو کچھ نہ کہو، اسے اس کے حال پر چھوڑ دو" لیکن کافروں نے یہ بات نہ مانی۔

کھلی دشمنی

کافروں کی یہ ترکیب نہ چلی تو وہ کھلی دشمنی پر اتر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ستانے لگے۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اب ابوطالب اور ان کے خاندان کے ناراض ہونے کی بھی پروا نہ کریں گے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف میں تشریف لے گئے تو وہاں بیٹھے ہوئے کافروں نے آپؐ کا مذاق اڑایا اور پھر ایک کافر نے آپؐ کی چادر پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ آپؐ کا گلا گھٹنے لگا اور آپؐ کو سخت تکلیف پہنچی۔

اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے یہ دیکھا تو کافروں سے کہا "کیا تم لوگ انہیں اس لیے ستا رہے ہو کہ یہ کہتے ہیں میرا رب (پالنے والا) اللہ ہے؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر کافروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر انہیں پکڑ لیا اور اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ سجدے میں گئے تو ایک کافر عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کے کندھوں پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی۔ آپؐ کے کپڑے غلاظت سے بھر گئے اور آپؐ بہت پریشان ہوئے۔

آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سنی، تو تشریف لائیں اور

Marfat.com

اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اوجھڑی ہٹائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت کم عمر بچی تھیں۔ اوجھڑی ہٹاتے ہوئے آپ روتی جاتی تھیں اور کافروں کو بددعائیں دیتی جاتی تھیں۔

اسلام کا معصوم حمایتی

جس زمانے میں کافر عام مسلمانوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا برا سلوک کر رہے تھے' ایک کم عمر مسلمان بچے نے بہادری کا ایک ایسا کام کیا کہ جس نے بھی یہ واقعہ سنا اس بہادر بچے کی تعریف کی اور بہادری کا یہ شاندار واقعہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا گیا۔

مشہور محدث اور تاریخ لکھنے والے عالم حافظ ابن عبدالبر رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے' ایک دن کچھ مسلمان کعبہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں آ گئے اور ان مسلمانوں کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ آپؐ کی پھوپھی صاحبہ' حضرت اروئی رضی اللہ عنہا' بنت عبدالمطلب کے کم عمر صاحبزادے جن کا نام طیبؓ تھا وہاں آ گئے اور عبادت کرنے والے مسلمانوں پر ظلم ہوتے دیکھا تو شیر کی طرح آگے بڑھے اور ابوجہل پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا۔

حضرت طیب بالکل چھوٹی عمر ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ انہوں نے بہادری کا یہ کام کیا' تو کافروں نے انہیں پکڑ لیا اور مضبوط رسی سے ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے' لیکن اسلام کا یہ معصوم حمایتی ذرا نہ گھبرایا۔ یہی کہتا رہا "تم ظالم اور بے انصاف ہو جو نیکی کے راستے پر چلنے والوں کو ستاتے ہو۔"

حضرت اروئی رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کی بہادری کا واقعہ سنا تو فرمایا "میرے بیٹے نے واقعی ایک شاندار کام کیا ہے۔ اپنے ماموں کے بیٹے کی حمایت کرنے سے اچھا

Marfat.com

اور کون سا کام ہو سکتا ہے۔"

کافروں کی نئی چال

کافروں کو یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ستایا جائے گا' تو وہ ڈر کر اپنے نئے مذہب اسلام کی باتیں کرنی چھوڑ دیں گے' لیکن ان کا یہ اندازہ ٹھیک نہ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم اور مسلمانوں نے سارے ظلم ہنسی خوشی برداشت کئے۔ اسلام کو ترقی دینے کی کوشش سے رک جانے کی بابت کبھی بھول کر بھی نہ سوچا اور جب کافروں نے یہ حالت دیکھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششوں میں رکاوٹ ڈالنے کا ایک نیا طریقہ سوچا۔ اب وہ سائے کی طرح آپؐ کے ساتھ لگے رہتے اور جب آپ کسی سے باتیں کرنے لگتے تو شور مچا دیتے۔ "اس کی باتیں مت سننا' یہ جادوگر ہے' یہ تمہیں تمہارے مذہب سے پھیر دے گا۔"

کبھی کہتے "اسے ہماری دیوی دیوتاؤں نے بیمار کر دیا ہے' اسی وجہ سے ایسی الٹی سیدھی باتیں کرتا رہتا ہے۔" غرض اسی طرح کی باتیں کر کے لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے سے روکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی بیان کرتے ہیں "میں مکہ آیا تو لوگوں نے مجھ سے کہا۔ ہمارے شہر میں ایک جادوگر پیدا ہو گیا ہے۔ تم اس کی باتیں نہ سننا' جو بھی اس کی باتیں سن لیتا ہے اس پر جادو کا اثر ہو جاتا ہے اور وہ اپنے خاندان اور اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر اس جادوگر کا ساتھی بن جاتا ہے۔ میں نے لوگوں کی یہ بات سنی تو مجھے یقین ہو گیا یہ سچ کہہ رہے ہیں اور میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ جادوگر کی باتیں سن ہی نہ سکوں' لیکن پھر ایسا ہوا کہ ایک جگہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں اور مجھے آپؐ کی باتیں ایسی اچھی لگیں کہ میں سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔

Marfat.com

چل کر ہی مل سکتی ہے۔ اس لیے سب کو چاہیے بتوں، آگ اور ستاروں وغیرہ کو پوجنا اور دوسری سب برائیاں چھوڑ دیں اور ان باتوں کو اپنا لیں جنہیں ہر سمجھ دار آدمی اچھا کہتا ہے۔ سب اللہ کو مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔

یہ باتیں بالکل ٹھیک تھیں، لیکن کافروں کی سمجھ میں نہ آتی تھیں اور اسی وجہ سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کو ستانے اور پریشان کرنے سے باز نہ آتے تھے اور اپنی برائیوں میں بڑھتے ہی جاتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے غریب مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا۔

ہجرت کا حکم

کافروں نے جب مسلمانوں کو بہت ہی ستایا، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں اطمینان سے زندگی گزار سکیں۔

اس زمانے میں ملک حبشہ پر نجاشی نامی ایک نیک دل عیسائی بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ جانے کا مشورہ دیا اور سن ۵ نبوی میں، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے کے پانچ برس بعد چار عورتیں اور گیارہ مرد ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ یہ وہی ملک ہے جس کا نام اب ایتھوپیا ہے۔

ہجرت ایسے سفر کو کہتے ہیں جو اپنے ایمان اور اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے کیا جائے۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر وہ کسی ایسی جگہ رہتے ہوں جہاں اپنے مذہب کی باتوں پر نہ چل سکتے ہوں، تو وہ جگہ چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ اس طرح اپنا وطن چھوڑنے والوں کو مہاجر کہتے ہیں اور وطن چھوڑنے کو ہجرت۔

جو مسلمان ہجرت کر کے مکہ سے حبشہ گئے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس قافلے کا سردار حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا تھا اور مشہور مسلمانوں میں سے حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ' ان کی بیوی حضرت سلمہ بنت سہیل' حضرت زبیرؓ بن العوام۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر' حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف۔ حضرت ابوسلمہؓ۔ ان کی بیوی ام سلمہؓ۔ حضرت عامرؓ بن ربیعہ۔ ان کی بیوی حضرت لیلیٰؓ بنت ابی ہشمہ' اور حضرت ابوسیرہؓ تھے۔

اس قافلے کے بعد مہاجروں کا ایک اور قافلہ حبشہ گیا۔ اس قافلے میں زیادہ مہاجر تھے۔ ان کے حبشہ پہنچنے کے بعد وہاں مہاجروں کی گنتی ایک سو ہو گئی اور شاہ نجاشی کی نیک دلی کی وجہ سے وہ سب وہاں بہت اطمینان سے رہنے لگے۔

کافروں کا غصہ

مکہ کے کافروں کو جب یہ معلوم ہوا کہ جو مسلمان حبشہ چلے گئے تھے وہ وہاں بہت آرام اور عزت سے رہ رہے ہیں تو ان کا غصہ اور بھڑک اٹھا اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے آدمی حبشہ بھیج کر مسلمانوں کو وہاں سے نکلوا دینا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دو بہت ہوشیار آدمیوں' عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص بن وائل کو حبشہ بھیجا اور ان دونوں نے وہاں جا کر شاہ نجاشی سے کہا:

"اے بادشاہ ہمارے کچھ غلام بھاگ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے۔"

نجاشی بہت عقل مند اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ اس نے ان دونوں کی بات سن کر کہا۔ "میں اس وقت تک فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک ان لوگوں کا جواب نہ سن لوں جن کی تم شکایت کر رہے ہو۔"

یہ کہہ کر نجاشی نے مہاجروں کو بلوایا۔ ان کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی

Marfat.com

طالب رضی اللہ عنہ نے بات کی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ خوبی دی تھی کہ وہ اپنا مطلب اچھی طرح سمجھا سکتے۔ انہوں نے کہا:

"اے بادشاہ، ہم جاہل تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ ہم میں جو لوگ طاقت ور تھے وہ کمزوروں کا حق دبا لیتے تھے۔ یہ حالات تھے جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان اپنا رسول بھیجا ہم اس کے خاندان اور اس کی زندگی کے حالات بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ اس نے نہ کبھی جھوٹ بولا اور نہ کوئی اور گناہ کا کام کیا۔

اس نبی نے ہمیں بتایا کہ عبادت صرف اللہ کی کرنی چاہیے۔ بتوں کو پوجنا گناہ ہے۔ اس نے ہمیں نصیحت کی۔ ہم ہر حالت میں سچ بولیں۔ کسی کا حق نہ ماریں۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ حرام نہ کھائیں، ناحق خون نہ بہائیں، یتیم کا مال نہ کھائیں۔ کسی پر جھوٹا الزام نہ لگائیں۔ اس نے ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا اور جب ہم نے اس کی ان اچھی باتوں پر عمل کیا تو ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی۔ ہمیں سخت تکلیفیں دیں اور مجبور کیا کہ ہم پہلے کی طرح برائیوں اور گناہوں سے بھری ہوئی زندگی میں لوٹ جائیں۔ اور جب ہم نے یہ بات نہ مانی تو ہماری قوم نے ہمیں بہت زیادہ ستایا اور ہم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے آپ کے ملک میں آ گئے۔"

نجاشی نے پوچھا۔ "کیا تمہارا نبی آسمانی کلام بھی سناتا ہے؟ جیسا پہلے نبی اور رسول سناتے تھے۔ اگر وہ ایسا کلام سناتا ہے، تو اس کا کچھ حصہ ہمیں سناؤ۔"

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا۔ "ہاں ہمارے نبی پر اللہ کی آخری کتاب قرآن نازل ہو رہی ہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے قرآن مجید کی سورۃ مریم کی کچھ آیتیں پڑھیں اور اللہ کا کلام سن کر شاہ نجاشی پر ایسا اثر ہوا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ دربار میں جو عالم بیٹھے تھے ان کا بھی یہی حال ہوا۔

Marfat.com

آپ کو یہ بات ضرور معلوم ہو گی کہ حضرت مریم، مشہور پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ مریم انہی کے نام پر نازل ہوئی ہے اور اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام بہت بڑا درجہ رکھنے والی خاتون تھیں۔

ہمارا خیال ہے پیارے بچے یہ بات بھی جانتے ہوں گے کہ ہمارے مذہب اسلام نے حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ وغیرہ سب نبیوں اور رسولوں کے برحق ہونے کی گواہی دی ہے اور یہ بات بتائی ہے کہ یہ سب اسلام ہی کا پیغام لے کر آئے تھے۔ ان سب نبیوں اور رسولوں کی امتوں کے لوگوں نے یہ گناہ کیا کہ ان کی بتائی ہوئی اچھی باتوں کو چھوڑ کر اور باتوں کو اپنے مذہب میں شامل کر لیا اور برائی کا راستہ اختیار کر کے ایک دوسرے پر ظلم کرنے لگے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امتوں نے بھی یہی کیا تھا۔ قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے لوگ، یعنی یہودی یہ کہتے تھے کہ حضرت عذیر اللہ کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے لوگ یعنی عیسائی یہ کہنے لگے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔

یہ بات اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ انسانوں کی طرح وہ کسی کا باپ ہو۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ وہ سب کا خالق، یعنی پیدا کرنے والا اور سب کا رب، یعنی رزق دینے والا ہے۔ دنیا جہاں میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوا ہے۔

شاہ نجاشی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا۔ "یہ بتاؤ تمہارا نبیؐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتا ہے؟" حضرت جعفرؓ نے جواب دیا:

"ہمارے نبی نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ اللہ کے نبی اور اس کے بندے ہیں۔"

Marfat.com

نجاشی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ صاحبہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں بالکل سچی باتیں سنیں تو کہا۔ "خدا کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالکل ایسے ہی تھے۔ ایک تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہ تھے۔"

یہ کہہ کر اس نے مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ تم لوگوں کو میرے ملک میں کسی طرح کی تکلیف نہ ہو گی۔ جب تک دل چاہے تم یہاں رہو۔

مسلمانوں کو یہ تسلی دینے کے بعد شاہ نجاشی نے مکہ سے آئے ہوئے کافر سرداروں سے کہا: "ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کیا جا سکتا' تم یہاں سے چلے جاؤ۔" اور وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

ایک خوشی بھرا واقعہ

کافر سردار حبشہ سے لوٹ کر مکہ آئے تو اپنی ناکامی پر ان کے ساتھیوں کو بہت غصہ آیا اور وہ جھنجھلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اور بھی ستانے لگے' لیکن اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں ایک ایسی مہربانی کی کہ مسلمانوں کو بہت ہی خوشی ہوئی اور ان کی طاقت پہلے سے بڑھ گئی۔

یہ واقعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے کا ہے۔

حضرت عمرؓ قریش کے ایک بڑے خاندان بنی عدی کے ایک ایسے نوجوان تھے جس کی بہادری اور شہ زوری کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی انہی خوبیوں کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مسلمان ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی بہت عجیب ہے۔ ایک دن انہوں نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے وہ جھگڑا ہی ختم کر دیں گے جس کی وجہ سے مکہ کے کافر بہت پریشان تھے۔ یہ ارادہ کر

Marfat.com

کے انہوں نے تلوار اٹھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے ارادہ سے چلے۔

تلوار ہاتھ میں لیے، ماتھے پر غصے سے بل ڈالے تیز تیز چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ان کے قبیلے کے ایک صاحب نعیم بن عبداللہ ملے۔ نعیمؓ مسلمان ہو چکے تھے، لیکن انہوں نے ابھی یہ بات ظاہر نہ کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تلوار لئے ہوئے جاتے دیکھا تو پوچھا "عمر کہاں جا رہے ہو؟"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "محمدؐ کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں۔ وہ ہمارے بتوں کے خلاف باتیں کرتے ہیں، اور ہمارے باپ دادا کے مذہب کو غلط بتاتے ہیں۔ آج میں یہ سارا جھگڑا ختم کر دوں گا۔"

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا۔ "عمر، پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ شاید تمہیں معلوم نہیں، تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو بولے۔ "اگر یہ بات سچ نکلی تو پہلے ان دونوں ہی کا کام تمام کروں گا۔" یہ کہہ کر رخ بدلا اور اپنی بہن حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کے گھر پہنچ گئے۔ وہ اس وقت قرآن مجید کی آیتوں کی تلاوت کر رہی تھیں، حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو وہ ورق چھپا دیئے جن پر آیتیں لکھی ہوئی تھیں اور دروازہ کھول دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر میں داخل ہو کر سوال کیا۔ "تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟"

ان کی بہن نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے اصل بات چھپانی چاہی۔ حضرت عمرؓ غصے میں بھر گئے اور اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو مارنے لگے۔ بہن نے روکا تو انہیں بھی زخمی کر دیا اور جب یہ حالت ہوئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا "سنو

Marfat.com

عمرؓ، ہم واقعی مسلمان ہو گئے ہیں اور اب اس مذہب کو کسی حالت میں نہیں چھوڑ سکتے۔"

حضرت عمرؓ اپنی بہن کا بہتا ہوا خون دیکھ کر نرم پڑ چکے تھے۔ دوسرے یہ بھی خیال آیا کہ جب مذہب کے لیے یہ دونوں جان دینے کے لیے تیار ہو گئے ہیں وہ ضرور سچا ہے! چنانچہ کہنے لگے۔ "اچھا تو یوں کرو جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے دو۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ "اس حالت میں تمہیں وہ پاک کلام نہیں دیا جا سکتا۔ پہلے نہا دھو کر اپنے آپ کو پاک کرو، پھر اللہ کا کلام پڑھو۔"

حضرت عمرؓ نے یہ بات فوراً مان لی۔ انہوں نے غسل کیا اور اس کے بعد ان کی بہن نے انہیں قرآن مجید کی آیتیں سنائیں۔

حضرت عمرؓ مکہ کے دوسرے کافر سرداروں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ ان کی دشمنی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کر کے گھر سے چلے تھے، لیکن قرآن سنا تو ان پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہونے کے لیے تیار ہو گئے اور اسی ارادے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کوہ صفا کے نزدیک ایک صحابی کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ آپؐ کے پاس بہت سے صحابی بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو پریشان ہوئے، لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "گھبرانے کی ضرورت نہیں، اگر عمرؓ بری نیت سے آیا ہے، تو اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ دیا جائے گا۔" پھر دروازہ کھول کر حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ "عمرؓ کس ارادے سے آئے ہو؟"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "مسلمان ہونے کے لیے۔" اور ان کی

Marfat.com

یہ بات سن کر صحابہ نے اونچی آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خوشی ظاہر فرمائی۔

اس موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ بیان کرنا بھی مناسب ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ اس کے علاوہ اس رشتے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی بھی تھے کہ انہوں نے حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا جن کا دودھ کچھ دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی بہت بہادر اور طاقتور تھے، لیکن مکہ کے دوسرے کافروں کی طرح وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول نہ مانتے تھے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ابوجہل نے جو اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت گستاخی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی عادت کے مطابق ابوجہل کی بکواس سن کر خاموش رہے، لیکن ایک قریشی سردار عبداللہ بن جدعان کی ایک کنیز نے حضرت حمزہؓ کو یہ بات بتائی کہ ظالم ابوجہل نے آج آپ کے بھتیجے کی شان میں بہت گستاخی کی ہے۔

حضرت حمزہؓ کمان کندھے پر ڈالے شکار سے واپس آرہے تھے۔ کنیز کی بات سنی تو گھر جانے کے بجائے ابوجہل کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ ابوجہل اس وقت کعبہ شریف میں بیٹھا اپنے دوستوں سے گپیں ہانک رہا تھا۔

حضرت حمزہؓ نے اس کے پاس جاکر بہت زور سے اپنی کمان اس کے سر پر ماری اور کہا "غور سے سن لے، میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں۔ بتا اب تو کیا کہتا ہے؟"

کمان لگنے سے ابوجہل زخمی ہو گیا تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن

Marfat.com

کر ڈر گیا اور انہیں جواب بھی نہ دے سکا۔

پہاڑی درے کے قیدی

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے اگرچہ مسلمانوں کو بہت قوت حاصل ہو گئی تھی۔ وہ اب کعبہ میں جا کر نماز ادا کرنے لگے تھے، لیکن کافروں کی دشمنی میں کمی نہ آئی تھی، بلکہ ان کا غصہ کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ چنانچہ اسی غصے میں انہوں نے ایک دن یہ فیصلہ کیا کہ بنوہاشم، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کے لوگوں سے بول چال بند کر دی جائے۔ کوئی شخص ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے۔ یہاں تک کہ ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدے۔

یہ فیصلہ کر کے انہوں نے یہ ساری باتیں باقاعدہ لکھوائیں اور وہ کاغذ کعبہ شریف کے پردے پر لٹکا دیا۔ کہا جاتا ہے یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ بن عامر نے لکھا اور لوگوں سے یہ بات منوانے کے لیے ابوجہل، ابی لہب، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، منبہ بن الحجاج، عاص بن وائل اور عاص بن ہاشم وغیرہ کافروں نے بہت کوشش کی۔

ابوطالب نے یہ بات سنی تو سمجھ گئے کہ ہمارے مخالف اپنی کوششوں میں ناکام ہونے کی وجہ سے غصہ میں پاگل ہو گئے ہیں اور اب وہ میرا لحاظ بھی نہ کریں گے۔ انہوں نے اپنے خاندان کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور مشورہ دیا "مناسب یہ ہے کہ خاندان بنی ہاشم کا ہر شخص شہر چھوڑ کر کسی ایسی محفوظ جگہ چلا جائے جہاں دشمن آسانی سے نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

سب نے کہا۔ "یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔" اور پھر یہ صلاح ٹھہری کہ ہمیں پہاڑی گھاٹی میں چلے جانا چاہیے اور جب تک یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ اب کوئی نہ ستا سکے گا وہیں رہنا چاہیے۔

Marfat.com

یہ فیصلہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کے سب مرد، عورتیں اور بچے ایک پہاڑی گھاٹی میں چلے گئے۔ اس گھاٹی کو شعب ابی طالب کہا جاتا ہے۔ اس گھاٹی میں جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے مالک بنوہاشم ہی تھے اور یہ جگہ ایسی محفوظ تھی کہ کوئی ایکا ایکی حملہ کر کے نقصان نہ پہنچا سکتا تھا۔

جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کے لوگ شعب ابی طالب میں داخل ہوئے سن ۷ نبویؐ کے مہینے محرم کی سات تاریخ تھی۔

یہ فیصلہ کر کے کافر بہت خوش ہوئے۔ انہیں یقین تھا ان لوگوں سے سب ملنا جلنا چھوڑ دیں گے اور کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ملے گی، تو گھبرا کر نئے دین کو چھوڑ دیں گے۔ انہوں نے اپنی طرف سے یہ کوشش بھی کی کہ اس فیصلے پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ وہ نہ بنی ہاشم کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرتے تھے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر باہر کا کوئی سوداگر مکہ آتا تو اسے بھی بنی ہاشم کے ساتھ لین دین کرنے سے روک دیتے تھے۔

بنی ہاشم شعب ابی طالب میں ایک روایت کے مطابق دو برس اور دوسری روایت کے مطابق کچھ دن کم تین برس رہے اور اس عرصے میں انہوں نے بہت سی تکلیف اٹھائی، بھوک مٹانے کے لیے انہوں نے درختوں کے پتے اور سوکھا چمڑہ تک ابال کر کھایا، لیکن اپنے ایمان پر قائم رہے۔ ان کے بچوں نے بھی بہت تکلیفیں اٹھائیں اور اپنے بزرگوں کی طرح انہوں نے بھی یہ سب تکلیفیں ہنسی خوشی برداشت کیں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اگر کوئی سچائی پر قائم رہے، تو غیب سے اس کی مدد کی جاتی ہے۔ سچائی کے راستے پر چلنے والوں کو جو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ تو صرف انہیں آزمانے کے لیے، یعنی یہ معلوم کرنے کے لیے آتی ہیں کہ وہ گھبرا کر سچائی کے راستے سے ہٹ تو نہیں جاتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کی یہ آزمائش بھی ختم ہو گئی۔

کہا جاتا ہے یہ معاہدہ ختم کرنے کا خیال سب سے پہلے ایک شخص ہشام بن عمرو کے دل میں آیا۔ وہ ایک خاتون عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے زہیر بن ابی امیہ کے گھر گیا اور ان سے کہا "بنوہاشم کے پہاڑ کی گھاٹی میں قید کر کے ہم لوگوں نے اچھا نہیں کیا۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو یہ معاہدہ ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔

زہیر بن امیہ نے یہ بات مان لی اور پھر ان دونوں نے مطعم بن عدی۔ ابوالبختری اور زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب کو اپنا ساتھی بنایا اور اور سب نے مل کر ابوجہل اور ابولہب وغیرہ بڑے بڑے کافر سرداروں سے کہا۔ "تم نے بنی ہاشم کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اسے ختم کر دو! یہ کھلا ظلم ہے۔" جب انہوں نے یہ بات نہ مانی تو مطعم بن عدی نے آگے بڑھ کر وہ معاہدہ کعبہ کے دروازے سے اتار لیا اور کافر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ معاہدہ قدرتی طور پر پہلے ہی ختم ہو چکا تھا' ایک لفظ "باسمک اللھم" کے سوا اس کاغذ پر لکھے ہوئے سارے حرف دیمک نے چاٹ لیے تھے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی یہ بات بتا دی تھی کہ دشمنوں نے کعبہ کے دروازہ پر جو معاہدہ لٹکایا تھا اسے دیمک چاٹ گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اپنے چچا ابوطالب کو بتائی تھی اور انہوں نے کافر سرداروں سے کہا تھا۔

"تم وہ کاغذ کعبہ کے دروازے سے اتار کر دیکھو' اگر میرے بھتیجے کی بات سچ ثابت نہ ہوئی تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اگر اس کی بات ٹھیک نکلی تو تم وہ معاہدہ ختم کر دینا۔"

کافروں نے یہ بات مان لی تھی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچ نکلی تو معاہدہ ختم کر دیا گیا تھا۔ بہرحال جس طرح بھی ہوا وہ معاہدہ ختم ہو گیا جس کی وجہ

Marfat.com

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کو تین سال سخت مصیبتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ جس دن یہ معاہدہ ختم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴۹ برس تھی۔

غم کا سال

شعب ابی طالب سے آکر بنو ہاشم پھر اپنے گھروں میں رہنے لگے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کی طرح دین اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ تبلیغ کا مطلب ہے نیکی کی باتیں دوسروں کو بتانا اور سمجھانا اور ایسا کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے گھر والے ۱۰ نبوی میں شعب ابی طالب سے باہر آئے اور یہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت ہی غم بھرا ثابت ہوا۔

پہلی بات تو یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کرنے والے چچا ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ وہ عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۵ برس بڑے تھے اس حساب سے انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۵ برس تھی۔

مولانا شبلی نعمانی نے اپنی مشہور کتاب سیرۃ النبیؐ میں ابوطالب کی بیماری کے دنوں کا ایک واقعہ لکھا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے قیمتی چیز دین اسلام ہے اور جو خوش نصیب سچے دل سے اس دین کو مان لیتے ہیں، ان کا درجہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

مولانا شبلی لکھتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب سے ملنے کے لیے ان کے گھر گئے تو بیماری کی وجہ سے وہ بہت تکلیف محسوس کر رہے تھے۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو کہنے لگے : "بیٹے اپنے اللہ سے دعا کرو میری تکلیف دور ہو جائے۔"

اپنے پیارے چچا کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اور دعا کے اثر سے ان کی تکلیف ختم ہو گئی۔

حضرت ابوطالب فرمانے لگے : "بیٹے! معلوم ہوتا ہے اللہ تمہارا کہا پورا کرتا ہے۔"

یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چچا اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ آپ کا کہا بھی پورا کرنے لگے گا۔"

ابوطالب کے بارے میں یہ بات خاص طور سے بتانے کے قابل ہے انہوں نے ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کی اور ان کی مدد کرتے رہے۔ حضورؐ کی مدد کرنے اور آپؐ کے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے مکہ کے کافران کے دشمن بن گئے اور انہیں نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتے رہے' لیکن انہوں نے بالکل پروا نہ کی۔ دین کی ترقی کے کاموں میں سچے دل سے حضورؐ کی ساتھی رہے' لیکن اپنی نیک دلی کے باوجود مسلمان نہ ہوئے اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں بھی انہیں یہ بات بتائی کہ جب تک کوئی شخص مسلمان نہ ہو اللہ کی سب رحمتوں کا حق دار نہیں بنتا۔

اس برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرا بہت بڑا صدمہ یہ پہنچا کہ آپؐ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ جس وقت ان کا انتقال ہوا ان کی عمر ۶۵ برس تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مصیبت کے زمانے میں سچے دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھی رہی تھیں اور جیسے ہی یہ سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا مرتبہ بخشا ہے فوراً مسلمان ہو گئی تھیں۔ انہیں یہ عزت حاصل ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے وہی مسلمان ہوئیں۔

ان سب اچھی باتوں کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ان بیوی سے بہت محبت تھی۔ وہ فوت ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی صدمہ ہوا۔

ان دو بڑے صدموں کی وجہ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچے اس سال' یعنی ۱۰ نبوی کو عام الحزن' یعنی غم کا سال کہتے ہیں۔

ام المومنین حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کو حجون کے مقام پر دفن کیا گیا۔ یہ بات دیکھنے کے لیے کہ قبر ٹھیک بنی ہے یا نہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے۔ اس وقت تک نماز جنازہ پڑھنے کا حکم نہ ہوا تھا۔ اس لیے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی۔

طائف کا سفر

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد کافروں کا ظلم اور بڑھ گیا۔ پہلے تو وہ ابوطالب کا تھوڑا بہت لحاظ کرتے تھے اور ان سے کچھ ڈرتے بھی تھے' وہ اس دنیا میں نہ رہے تو گویا ظالموں کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہ رہا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے زیادہ ستانے لگے۔

اللہ کے ان دشمنوں کی ہمت یہاں تک بڑھی کہ وہ سائے کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگے رہتے۔ آپؐ جہاں تشریف لے جاتے۔ کافروں میں سے کوئی نہ کوئی وہاں پہنچ جاتا اور آپؐ کو جھوٹا کہتا اور آپؐ پر طرح طرح کے الزام لگاتا۔ آپؐ کی باتیں سننے سے لوگوں کو روکتا۔

جب یہ حالت دیکھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ آس پاس کی بستیوں میں جا کر اللہ کے بندوں کو اللہ کے دین کی باتیں بتائیں۔ یہ فیصلہ فرمانے

Marfat.com

کے بعد آپؐ نے ایک بستی طائف جانے کا ارادہ فرمایا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔ طائف کو مکہ کا جڑواں بھائی شہر کہا جاتا تھا۔

یہ شہر مکہ سے جنوب مغرب کی طرف ہے اور اچھے موسم اور عمدہ زمین کی وجہ سے اس کے کھیتوں اور باغوں میں خوب پیداوار ہوتی ہے۔ اس زمانے میں بھی اس شہر میں رہنے والے اچھے خاصے امیر تھے۔ خاص طور سے طائف کے تین سردار عبدیالیل، مسعود اور حبیب بہت خوشحال تھے۔ یہ تینوں سگے بھائی تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے تو پہلے انہی تینوں بھائیوں سے ملے اور انہیں یہ بات بتائی کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں اور تمہیں اللہ کے دین کی باتیں بتانے کے لیے آیا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر ان تینوں نے آپؐ کا مذاق اڑایا۔

ایک بولا: "اگر تجھے اللہ نے اپنا رسولؐ بنایا ہے تو کعبہ کا پردہ چاک کر دیا۔"

دوسرا بولا: "کیا اللہ کو کوئی اور آدمی نہ ملا جو تجھے اپنا رسولؐ بنایا۔"

تیسرے نے کہا: "میں تو تجھ سے بالکل بات نہ کروں گا' کیونکہ اگر تو سچ مچ اللہ کا رسول ہے' تو تیرے ساتھ بات کرنا بے ادبی ہے۔ اور اگر رسول نہیں تو جھوٹے آدمی سے بات کرنا مناسب نہیں۔"

یہ کہہ کر ان بے عقلوں نے شہر کے آوارہ لڑکوں اور غنڈوں کو اشارہ کر دیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے اور آپؐ کا مذاق اڑانے لگے۔ ان شریروں نے اپنی جھولیوں میں پتھر بھر لیے اور حضورؐ کی طرف پھینکنے لگے اور ان کی اس حرکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت زخمی ہو گئے۔

تاریخ لکھنے والے علماء نے لکھا ہے' اس شہر کے ظالم لوگوں نے حضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے ساتھ بہت ہی برا سلوک کیا۔ زخموں کی تکلیف سے آپؐ بیٹھ جاتے تو وہ آپؐ کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپؐ کو کھڑا کر دیتے اور پھر پتھر مارنے لگتے۔ ایسی تکلیفیں اٹھاتے ہوئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کوشش کی کہ یہ لوگ اللہ کے دین کی باتیں سنیں اور برائی کا راستہ چھوڑ کر نیکی کی راہ اختیار کر لیں' لیکن کسی نے آپؐ کی باتوں پر دھیان نہ دیا اور مایوس ہو کر آپؐ بستی سے باہر آ گئے۔

طائف کے لوگوں کے برے سلوک اور زخموں کی تکلیف سے آپؐ بہت پریشان تھے۔ شہر سے نکل کر ایک باغ کے قریب بیٹھ گئے۔ یہ باغ دو نیک دل بھائیوں کا تھا۔ ان میں ایک کا نام عتبہ بن ربیعہ اور دوسرے کا نام شیبہ بن ربیعہ تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا' تو اپنے غلام کے ہاتھ انگوروں کا ایک گچھا بھیجا۔

جو غلام انگوروں کا گچھا لے کر آیا وہ عیسائی تھا اور اس کا نام عداس تھا۔ بیان کیا جاتا ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں تو مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے سخت دل کافروں کے برے سلوک سے ایسے رنجیدہ ہوئے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی۔ آپؐ کی یہ دعا اثر اور درد سے بھری ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"اے اللہ! اپنی بے سرو سامانی اور میری جو بے ادبی کی گئی ہے اس کے لیے تیرے حضور فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ کمزوروں اور غریبوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ (تو نے) مجھے کس کے حوالے کر دیا ہے۔ کیا اس کے جو سیدھے منہ بات نہیں کرتا' یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے اس کی پروا نہیں' تیری رحمت

Marfat.com

میرے لیے کافی ہے۔ میں تیری ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے سب اندھیرے روشن ہو جاتے ہیں' تیری پناہ چاہتا ہوں' کہ تیرا غصہ اور تیری ناراضی مجھ پر اترے۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور پسند درکار ہے' نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر آپؐ فرمائیں تو دونوں پہاڑوں کو ان ظالموں کے اوپر گرا دوں؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں امید ہے ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کو مانیں گے اور اس کی عبادت کریں گے۔"

یہاں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ چند دن مقام نخلہ میں ٹھہرے اور پھر غار حرا میں تشریف لے گئے۔ یہاں سے آپؐ نے مکہ کے ایک نیک دل سردار مطعم بن عدی سے کہلوایا۔ "اگر تم پسند کرو تو مجھے اپنی پناہ میں لے لو۔"

اس زمانے میں یہ قاعدہ تھا کہ مشکل کے وقت اگر کوئی شخص کسی کو اپنی پناہ میں لے لیتا تھا' یعنی اس بات کا ذمہ دار بن جاتا تھا کہ اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے دیا جائے گا' تو یہ وعدہ پکا ہوتا تھا اور پھر وہ اس شخص کی پوری پوری حفاظت اور مدد کرتا تھا جسے اپنی پناہ میں لیتا تھا۔

مطعم بن عدی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پناہ میں لینے کا اعلان کر دیا اور اپنے ساتھ شہر میں لے آیا۔

بیان کیا جاتا ہے مطعم کی اس نیکی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ یاد رکھا۔ اس کا انتقال ہوا تو آپؐ کے شاعر صحابی' حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے اس کی یاد میں غم بھرے شعر لکھے۔ ایسے شعروں کو جو کسی مرنے والے کی یاد میں لکھے جاتے ہیں مرثیہ کہا جاتا ہے۔

اس باب میں بچوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے جو حالات پڑھے ان سے خاص طور پر یہ سبق ملتا ہے کہ جو لوگ کوئی اچھا یا بڑا کام کرتے ہیں' انہیں تکلیفیں ضرور اٹھانی پڑتی ہیں اور ایسے لوگوں کی بڑائی کی نشانی یہ ہے کہ وہ ان تکلیفوں کو ہنسی خوشی برداشت کرتے ہیں۔

ان بڑے آدمیوں کو تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچنے کی خاص وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب وہ برائیوں کا خاتمہ کر کے دنیا کو اچھا بنانا چاہتے ہیں' تو شیطان اور اس کے چیلے چانٹے ان کے دشمن بن جاتے ہیں اور انہیں نیکی کے کاموں سے روکنا چاہتے ہیں۔

مثال کے طور پر اس بات کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی ایماندار سپاہی چوروں کو چوری کرنے سے روکے' تو وہ اس کی اس کوشش کو ضرور برا سمجھیں گے اور کوشش کریں گے کہ سپاہی اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو' بس اسی طرح برائی کے راستے پر چلنے والے نیک لوگوں کو نیکی سے روکتے اور ستاتے ہیں۔

یہ بات ہم نے اس طرح کھول کر یوں لکھی ہے کہ پیارے بچے اچھی طرح سمجھ لیں کہ نیکی کے راستے پر چلنے والوں کو کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور پہنچتی ہے' لیکن یہ تکلیف اور دکھ اس انعام کے مقابلے میں بالکل معمولی ہوتا ہے جو نیکی کرنے والوں اور نیک بننے والوں کو ملتا ہے۔

Marfat.com

٦

کامیابی کا زمانہ

Marfat.com

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صبر شکر کے ساتھ وہ ساری تکلیفیں برداشت کیں جو کافروں نے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو پہنچائیں، تو آخر وہ وقت آگیا جب آزمائش کا یہ زمانہ ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق آپ کے لیے آسانیاں پیدا کر دیں۔

معراج

کامیابی کے اس زمانے کی ابتداء معراج کے واقعے سے ہوئی۔ معراج عربی زبان میں سیڑھی یا اوپر چڑھنے کی چیز کو کہتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے ایک خاص واقعے کو معراج کا نام دیا گیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام کر رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپؐ کو اپنے ساتھ کعبہ شریف میں اور پھر بیت المقدس لے گئے۔ وہاں آپؐ نے مسجد اقصیٰ میں سب نبیوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس نماز میں آپؐ ہی سب نبیوں کے امام بنے۔

بیت المقدس اب فلسطین کا ایک بہت بڑا اور مشہور شہر ہے۔ مسجد اقصیٰ اسی شہر میں ہے۔ اس زمانے میں اس عبادت گاہ کو بیت المقدس کہتے تھے جو مشہور پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی۔ اس واقعے کو ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں میں خود بھی بیان کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں بیان کیں انہیں حدیث کہتے ہیں اور آپؐ کی فرمائی ہوئی سب باتیں حدیثوں کی کتابوں میں درج ہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"پاک ہے وہ (اللہ) جس نے اپنے بندے (رسول اللہ) کو راتوں رات مسجد حرام سے اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے چاروں طرف ہم نے برکت رکھی ہے، تاکہ ہم اسے (رسول اللہ) کو، اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ (اللہ) سننے والا، دیکھنے والا ہے۔" (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفر کو اسریٰ کا نام دیا ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے کئی معنی ہیں۔ خاص اس سفر سے متعلق دو معنی بیان کئے گئے۔ ایک رات کے وقت چلنا اور دوسرے اونچی جگہ جانا۔ بہرحال اسریٰ کے معنی کچھ بھی ہوں، یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ شریف سے فلسطین کی مسجد اقصیٰ میں پہنچا دیا جہاں آپ نے تمام نبیوں کے ساتھ نماز پڑھی اور خود اس نماز میں سب نبیوں کے امام بنے۔

اس سفر کے بارے میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ آپ براق پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ براق جنت کی ایک سواری ہے جو اس قدر تیز چلتی ہے کہ جہاں تک انسان کی نگاہ جاتی ہے وہاں اس کا قدم پڑتا ہے۔

یہ بات پڑھ کر شاید بعض بچے یہ سوچیں کہ بھلا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز اس قدر تیز دوڑے! ایسے بچوں سے ہم کہیں گے کہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ اللہ پاک کی تو وہ شان ہے کہ اس کے لیے کوئی کام بھی مشکل نہیں۔

یہ کامیابی تو انسانوں نے بھی حاصل کر لی ہے کہ ان کے بنائے ہوئے ہوائی جہاز آواز کی رفتار سے بھی بہت تیز اڑتے ہیں اور راکٹوں اور میزائلوں کی رفتار تو ان ہوائی جہازوں سے بھی زیادہ ہے۔

Marfat.com

بہرحال اس سے آگے کی بات یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ آپ کے اس سفر کو معراج کہا جاتا ہے۔ اس سفر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ کے ساتھ تھے' لیکن وہ ایک مقام سدرۃ المنتھی تک ہی جا سکے۔ اس سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے باتیں کیں۔

سدرۃ المنتھی ساتویں آسمان پر بیری کا ایک درخت ہے' اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سے آگے حضرت جبرئیل بھی نہیں جا سکتے جو سب فرشتوں کے سردار ہیں۔

اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ بہت سے پیغمبروں سے ملاقات کی۔ برائی کے راستے پر چلنے والوں کو سزا پاتے ہوئے دیکھا اور دوسری بہت سی چیزیں ملاحظہ فرمائیں۔

ان سب باتوں کے علاوہ خاص بات یہ ہوئی کہ آپؐ کی امت' یعنی ہم مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ فرض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان نماز نہ پڑھے گا' اسے سزا ملے گی۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے بارے میں دو باتیں کہی جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپؐ نے یہ سفر اپنے جسم کے ساتھ کیا' یعنی اس حالت میں آسمان پر گئے جس حالت میں دنیا کے اندر زندگی گزار رہے تھے۔

دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ آپؐ کو خواب کی حالت میں معراج ہوئی۔ ان دونوں باتوں میں پہلی کو ٹھیک مانا جاتا ہے' یعنی آپؐ نے خواب نہیں دیکھا' بلکہ اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں پر گئے۔ دین کی باتوں کو اچھی طرح سمجھنے والے عالموں نے یہی

Marfat.com

لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب نہ دیکھا تھا' بلکہ اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے۔

پہلے زمانے میں تو یہ بات سمجھنے میں ضرور کچھ دشواری ہوتی ہو گی' وہی لوگ اس بات پر ایمان لاتے ہوں گے' جنہیں اپنے دین پر پورا پورا یقین ہو گا' لیکن اب یہ بات سمجھنے میں بالکل آسانی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ انسان اپنی بنائی ہوئی مشین' راکٹ میں بیٹھ کر چاند کی سیر کر چکا ہے اور یہ کوشش کر رہا ہے کہ زہرہ اور مشتری وغیرہ ستاروں کی بھی سیر کرے اور چاند ستاروں میں اپنی بستیاں بسا کر وہاں اسی طرح رہنے لگے جس طرح زمین پر رہتا ہے۔

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اپنی مہربانی سے کچھ علم اور کچھ طاقتیں دے دی ہیں اور اسی علم اور اسی طاقت سے کام لے کر اس نے یہ کامیابی حاصل کر لی ہے کہ چاند ستاروں میں بستیاں بسانے کے بارے میں سوچ رہا ہے اور اپنے راکٹ آسمان کی بلندیوں میں اڑا رہا ہے۔ انسان کی اس کامیابی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب اس نے یہ طاقت حاصل کر لی ہے تو جس اللہ نے اسے بنایا ہے اور سب طاقتیں دی ہیں وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی سوچنے کے قابل ہے کہ ایسی شاندار کامیابیاں حاصل کرنے والے انسان نے اپنے پاس سے کچھ بھی نہیں بنایا' بس اتنا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں ان سے کام لینا سیکھ لیا ہے۔

مقناطیس' ریڈیائی لہریں' بجلی' آگ' پانی اور ہوا وغیرہ ساری چیزیں اللہ نے بنائی ہیں اور لوہا' تانبا اور چاندی سونا وغیرہ دھاتیں بھی اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ بڑے سے بڑا سائنس دان اور قابل سے قابل موجد' یعنی چیزیں ایجاد کرنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے جو چیزیں بنائی ہیں' ان میں مسالہ بھی اپنا بنایا ہوا لگایا ہے۔ انہوں نے تو

Marfat.com

بس اتنا کیا ہے کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے پانی اور اللہ کی بنائی ہوئی آگ استعمال کر کے انجنوں کو چلانے والی بھاپ بنا لی۔ یہی صورت بجلی، ایٹمی طاقت اور دوسری چیزوں کی ہے۔ اور جب حالت یہ ہے، تو یہ بات بالکل آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے کہ سب کچھ بنانے والے اللہ کے لیے کوئی بات بھی ناممکن نہیں وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر بلا لینا تو کوئی بات ہی نہیں۔

مدینہ کے خوش نصیب

طائف سے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ، یعنی لوگوں کو دین کی باتیں سنانے کے لیے یہ طریقہ اپنایا کہ آپؐ مکہ آنے والے قافلوں میں چلے جاتے اور انہیں بتاتے: میں اللہ کا رسولؐ ہوں، اگر تم میری باتیں مان لو گے تو دنیا میں سب سے زیادہ عزت حاصل کر لو گے اور دوسرے جہاں میں بھی عزت ملے گی۔

ایسے قافلے حج کے دنوں میں بہت آتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک قافلے میں جاتے اور انہیں دین اسلام کی باتیں بتاتے۔ مکہ کے کافر آپؐ کی اس کوشش میں بھی رکاوٹ ڈالتے تھے۔ آپؐ کے ساتھ ساتھ پھرتے رہتے اور لوگوں کو روکتے کہ وہ آپؐ کی باتیں نہ سنیں، لیکن اللہ کا فیصلہ اب یہ تھا کہ کافر چاہے جتنی کوشش کریں اسلام کی روشنی کو پھیلنے سے نہ روک سکیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کوشش سے جن لوگوں نے سب سے پہلے فائدہ اٹھایا وہ مدینہ شہر کے رہنے والے خوش قسمت تھے۔ اس زمانے میں مدینہ کا نام یثرب تھا اور اس میں زیادہ تر یہودی رہتے تھے۔

مدینہ کے پہلے نام یثرب کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس جگہ سب سے پہلے یثرب نام کا ایک آدمی آباد ہوا تھا۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان سے تھا۔ نسب کا سلسلہ اس طرح ہے۔ یثرب بن قابل بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

Marfat.com

یہودیوں کے علاوہ دوسرے نمبر پر یمن سے آئے ہوئے دو قبیلوں' اوس اور خزرج کی آبادی تھی۔ ۱۰ نبوی میں قبیلہ خزرج کے کچھ آدمی حج کرنے کے ارادے سے مکہ آئے اور منیٰ کے قریب عقبہ نام کی پہاڑی گھاٹی میں ٹھہرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بھی تشریف لے گئے اور انہیں یہ بتایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور دین اسلام کی باتیں بتانے کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔

ان لوگوں نے پہلے سے یہ بات سن رکھی تھی کہ اس زمانے میں ایک نبی پیدا ہو گا جو لوگوں کو اللہ کے سچے دین کی باتیں بتائے گا اور کافروں نے مذہب کے نام پر جو غلط باتیں پھیلا رکھی ہیں انہیں ختم کر دے گا۔ مدینہ کے یہودی یہ کہا کرتے تھے کہ یہ نبی ہماری قوم میں پیدا ہو گا اور آنے والے نبی کے بارے میں باتیں کرتے رہتے تھے۔

عقبہ کی گھاٹی میں ٹھہرنے والے بنی خزرج کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں سنیں' تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبیؐ ہیں جن کے بارے میں یہودی باتیں کرتے رہتے ہیں' چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور مسلمان ہو گئے۔ مدینہ کے یہ وہ خوش نصیب تھے جنہیں سب سے پہلے مسلمان ہونے کی عزت ملی۔ یہ گنتی میں چھ آدمی تھے' ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت اسعدؓ بن زرارہ' حضرت عوفؓ بن حارث' حضرت رافعؓ بن مالک بن عجلان' حضرت قطبہؓ بن عامر بن حدید' حضرت عتبہؓ بن عامر بن عبدالحارثہ' حضرت ابوالہیثمؓ بن تیہان۔

اس کے بعد ۱۲ نبوی میں مدینہ سے بارہ آدمی آئے اور عقبہ ہی میں ٹھہرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی ملے اور وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ کلمہ طیبہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھوانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان

Marfat.com

باتوں پر عمل کرنے کا وعدہ لیا۔

اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے۔ حرام کاری سے بچیں گے، کسی پر جھوٹا الزام نہ لگائیں گے۔ نیکی کے کام کرتے رہیں گے اور اللہ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اس واقعے کو بیعت عقبہ اولیٰ یعنی عقبہ کی پہلی بیعت کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے جو وعدہ لیا اس سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ مذہب اسلام دراصل نیکی اور پاکیزگی ہی کا دوسرا نام ہے۔ اگر کوئی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نیکیوں کو نہیں اپناتا اور برائیوں سے نہیں بچتا اور پھر اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے تو اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے۔ سچا مسلمان وہی ہے جو اپنے دین کی باتوں پر سچے دل سے عمل کرے۔

مدینہ کے ان مسلمانوں کو دین کی باتیں سکھانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعبؓ بن عمیر اور حضرت عبداللہؓ ابن مکتوم کو ان کے ساتھ بھیجا۔ یہ دونوں مدینہ میں حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مہمان بنے اور لوگوں کو اللہ کے دین کی باتیں بتانے لگے۔

اس وقت تک صرف قبیلہ خزرج کے لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ قبیلہ اوس کے کسی آدمی نے اس طرف دھیان نہ دیا تھا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ایک دن اس قبیلے کے لوگوں کو بھی اسلام کی باتیں بتانے کا فیصلہ کیا اور قبیلہ اوس کے ایک سردار سعدؓ بن معاذ کے باغ میں داخل ہو کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک مسلمان ان کے باغ میں داخل ہو گیا ہے اور وہاں قرآن پڑھ رہا ہے، تو انہیں بہت غصہ آیا۔ اپنے بھائی

Marfat.com

اسید سے کہا۔ "فوراً وہاں جاؤ اور اس مسلمان کو باہر نکال دو جو اپنی مذہبی کتاب پڑھ رہا ہے۔"

اپنے بھائی کا یہ حکم سن کر اسید باغ میں آئے اور حضرت مصعبؓ بن عمیر کو خوب برا بھلا کہا۔ حضرت مصعبؓ بہت صبر اور حوصلے سے اس کی بک بک سنتے رہے اور جب وہ دل کی بھڑاس نکال کر چپ ہوا تو بہت نرمی سے اسے سمجھایا کہ میں تو تمہارے بھلے کی باتیں بتانے آیا ہوں' اگر تم ان باتوں کو اپنا لو گے تو اللہ تمہیں سچی عزت اور سچا آرام دے گا۔

یہ کہہ کر اسے قرآن مجید کی کچھ آیتیں سنائیں۔ حضرت اسیدؓ پر ان باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ خود باغ میں گئے اور حضرت مصعبؓ بن عمیر کو خوب ڈانٹا' لیکن انہوں نے ان کی جلی کٹی باتیں بھی' بہت صبر سے برداشت کیں اور جب وہ غصہ نکال چکے تو انہیں بھی اسلام کی اچھی باتیں بتائیں اور وہ بھی مسلمان ہو گئے۔

ان دونوں بھائیوں کا مسلمان ہو جانا بہت بڑی کامیابی تھی۔ دونوں اپنے قبیلے اوس کے سردار تھے۔ وہ مسلمان ہوئے' تو اس قبیلے کے اور بہت سے مرد اور عورتیں بھی ایمان لے آئیں۔ اور اس طرح مدینہ میں اسلام کو بہت طاقت حاصل ہو گئی۔

اگلے سال مدینہ سے جو لوگ حج کرنے کے لئے مکہ گئے' ان کی گنتی ماشاء اللہ تہتر تھی۔ یہ قافلہ بھی عقبہ کے مقام پر ہی اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

حج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباسؓ کو ساتھ لے کر عقبہ کے مقام پر آئے۔ اور مدینہ سے آئے ہوئے لوگوں کو اسلام کی باتیں بتائیں۔ اسلامی تاریخ میں اس واقعے کو بیعت عقبہ ثانی' یعنی عقبہ کی دوسری بیعت کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

اس سال مکہ آنے والے تہتر آدمیوں میں حضرت عبداللہؓ بن رواحہ، حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت کعبؓ بن مالک، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت ضحاکؓ بن حارثہ، حضرت عبداللہؓ بن جبیبہ اور حضرت ابوالہیثم بن تیہان وغیرہ بہت سے ایسے سردار شامل تھے جنہوں نے آگے چل کر اسلام کی ترقی کے لئے بہت کام کیا۔

مدینہ کی طرف ہجرت

مدینہ سے آئے ہوئے ان نیک دل لوگوں نے مسلمان ہو جانے کے ساتھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست بھی کی کہ آپؐ یہ شہر چھوڑ کر ہمارے شہر مدینہ میں رہیں، وہاں ہم ہر طرح آپؐ کی مدد کریں گے۔

حضرت عباسؓ نے ان کی یہ بات سن کر ان سے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ مدینہ لے جانا کوئی آسان بات نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پورے عرب کو اپنا دشمن بنا لو گے، کہیں ایسا نہ ہو کہ سختی کا زمانہ آئے تو تم لوگ ان کا ساتھ چھوڑ دو؟"

مدینہ کے سرداروں نے جواب دیا۔ "ایسا کبھی نہ ہو گا۔ ہم ہر حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیں گے۔" یہ یقین دلانے کے بعد ان لوگوں نے خود بھی یہ اطمینان کرنا چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ چھوڑ کر پھر مکہ تو نہ آ جائیں گے؟ اور ان کے اس سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا کبھی نہ ہو گا، میرا مرنا اور جینا اب تمہارے ساتھ ہو گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب سے مدینہ والوں کو اطمینان ہو گیا اور وہ خوشی خوشی لوٹ گئے۔

مدینہ کے ان خوش قسمت لوگوں میں حضرت ام عمارہؓ بنت کعب اور حضرت ام منیع بنت عمرو بن عدی، دو عورتیں بھی تھیں۔

Marfat.com

رسولؐ اللہ کا سفرِ ہجرت

مدینہ کا قافلہ لوٹ گیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور وہ کافروں سے چھپ کر مدینہ جانے لگے۔

کافر اس بات کی پوری پوری کوشش کرتے تھے کہ کوئی مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینہ نہ جانے پائے۔ کوئی مہاجر ان کے ہاتھ لگ جاتا تھا تو اسے بہت ستاتے تھے۔ مارنے پیٹنے کے علاوہ اس کا سامان چھین لیتے تھے' لیکن مسلمانوں کو اپنا ایمان سب چیزوں سے پیارا تھا۔ وہ بہت ہمت سے کافروں کا ظلم سہتے رہے اور چپکے چپکے ہجرت کرتے رہے' ایک ایک دو دو کر کے ان کی تعداد وہاں دو سو کے قریب ہو گئی۔

کافروں نے جب یہ دیکھا کہ ان کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو رہی' تو ایک دن آپس میں مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ عام مسلمانوں کو ستانے اور پریشان کرنے کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی قتل کر دیا جائے۔ یہ کام کرنے کے لیے ترکیب یہ سوچی گئی کہ مکہ میں رہنے والے سب قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی لیا جائے اور پھر وہ سب مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ ایسا کرنے سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اس قتل کا الزام کسی ایک قبیلے پر نہ آئے گا۔ یہ تجویز اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل نے پیش کی تھی۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اجازت دے دی تھی کہ آپؐ مکہ سے کسی محفوظ جگہ چلے جائیں اور اس سلسلے میں مدینہ کے مسلمانوں کے علاوہ حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی نے یہ دعوت دی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قلعے میں رہیں' ان کے علاوہ ہمدان نامی قبیلے کے سردار نے بھی یہ کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔ ہم پوری طرح آپ کی حفاظت کریں گے' لیکن حضورؐ نے ابھی یہ فیصلہ نہ فرمایا تھا کہ کب مکہ سے روانہ ہوں گے' ہاں

Marfat.com

ہجرت کی تیاری شروع کر دی تھی۔

اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا ساتھی بنانے کا فیصلہ کیا تھا اور انہوں نے سواری کے اونٹوں اور سفر میں کام آنے والی دوسری چیزوں کا انتظام کر لیا تھا۔

اسلام کی تاریخ میں یہ زمانہ بڑا ہی نازک تھا۔ کافر اپنے طور پر یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ چاہے کچھ بھی کرنا پڑے۔ اسلام اور مسلمانوں کو بالکل ختم کر کے دم لیں گے۔ آخر ایک دن انہوں نے اپنے اس فیصلے پر عمل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ انہوں نے ہر قبیلے سے ایک ایک لڑاکا نوجوان لے کر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے چاروں طرف بٹھا دیا اور یہ تاکید کر دی کہ جب حضورؐ صبح کی نماز کے لیے گھر سے نکلیں تو حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دیں۔

ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کافروں کے ارادے کی خبر مل گئی تھی۔ آپؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور خود سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے مکان سے باہر آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کب باہر چلے گئے۔

اپنے گھر سے نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور انہیں ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

کافر جو کچھ کر رہے تھے اس کی وجہ ان کی ضد اور کم عقلی تھی' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کام اللہ کے لیے تھا' آپؐ تو اس دنیا کو برائیوں سے پاک کرنا چاہتے تھے اس لیے غیب سے آپؐ کی مدد ہوتی تھی' یہ بھی غیبی مدد ہی تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لے گئے' تو چاروں طرف تاک میں بیٹھے

Marfat.com

ہوئے کافروں کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا اور انہیں آپؐ کے گھر سے نکلنے کی خبر ہی نہ ہوئی۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار اور غیب سے یہ مدد ملی کہ آپؐ نے اس سفر کے سلسلے میں پہلے ہی سے ایسی باتیں سوچ لیں جو بہت ہی مفید ثابت ہوئیں مثلاً آپؐ نے ایک بہت ہی اچھی بات تو یہ کی کہ مدینہ جانے کے لئے جس راستے پر سفر کیا جاتا تھا اسے چھوڑ کر ایک اور راستے سے روانہ ہوئے اور پہلے ہی سے یہ طے کر لیا کہ مکہ سے سات میل دور ثور نام کے غار میں ٹھہر جائیں گے اور جب تک پوری طرح اطمینان نہ ہو جائے گا اسی غار میں ٹھہرے رہیں گے۔

دوسرا انتظام یہ کیا تھا کہ ایک چرواہے سے کہہ دیا تھا کہ جتنے دن ہم اس غار میں رہیں وہ اپنی بکریاں لے کر وہاں آ جایا کرے اور ضرورت کے مطابق دودھ دے جایا کرے۔

اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ دشمنوں کے بارے میں یہ معلوم کرتے رہیں کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں، اور اگر کوئی خاص بات معلوم ہو تو رات کے وقت آ کر بتا دیا کریں۔

اسی طرح ایک شخص عبداللہ بن اریقط سے یہ کہا کہ وہ سواری کے اونٹ تیار رکھے اور جب کہا جائے دونوں اونٹ لے کر غار ثور کے پاس پہنچ جائے۔

یہ غار جنگل بیابان میں ایسی جگہ تھا کہ اس طرف کوئی بھی نہ جاتا تھا۔ سانپوں اور بچھوؤں نے اس کے اندر اپنے ٹھکانے بنا رکھے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اللہ کا نام لے کر اس کے اندر چلے گئے اور اسے صاف کر کے بیٹھ گئے۔

یہ غار گہرا تو کافی تھا، لیکن کچھ اس طرح بنا ہوا تھا کہ اگر کوئی اوپر سے جھانکے تو

Marfat.com

اندر بیٹھے ہوئے لوگوں کو بالکل آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح مدد فرمائی کہ جب آپؐ غار کے اندر تشریف لے گئے تو ایک مکڑی نے اس کے منہ پر جالا تن دیا اور ایک کبوتری نے آکر انڈے دے دیئے۔

کافروں کی پریشانی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سلایا تھا کہ صبح اٹھ کر وہ ساری امانتیں واپس کر دینا جو لوگوں نے ہمارے پاس رکھی ہیں اور پھر تم بھی مدینہ کی طرف روانہ ہو جانا۔

صبح کے وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو کافر بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے اسی وقت اعلان کر دیا کہ جو شخص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اسے ایک سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ یہ اعلان ہوتے ہی کافروں کی بہت سی ٹولیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ادھر ادھر پھیل گئیں اور ان میں سے ایک ٹولی پھرتی پھراتی غار ثور کے پاس پہنچ گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کافروں کے قدموں کی آواز سنی تو گھبرا کر کہا "یارسول اللہ، ہمارے دشمن آ گئے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اطمینان سے جواب دیا۔ "گھبراؤ نہیں ہمارا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعے کا یوں ذکر کیا ہے۔

"اس وقت دو ہی آدمی تھے جن میں سے ایک (ابوبکرؓ) دوسرا (اللہ کا رسولؐ) جب وہ دونوں غار میں تھے، اس وقت پیغمبر (علیہ السلام) اپنے ساتھی کو تسلی دے رہا

Marfat.com

تھا۔ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (سورہ توبہ آیت نمبر ۴۰)

کافر چلتے چلتے غار کے بالکل پاس آ گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "دیکھنا چاہیے وہ اس غار میں نہ چھپے ہوئے ہوں۔"

دوسرا جلدی سے بولا: "بیوقوف ہوئے ہو' اگر وہ اس غار کے اندر جاتے' تو مکڑی کا یہ جالا نہ ٹوٹ جاتا' اور کبوتری کے انڈے گھونسلے سے نہ گر جاتے۔"

یہ سن کر پہلے کافر نے کہا: "ہاں بات تو ٹھیک ہے۔" اور وہ وہاں سے چلے گئے۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات بالکل سچ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی حفاظت کر رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں تین دن رہے۔ چوتھے دن آپؐ نے عبداللہ بن اریقط سے کہلوایا کہ وہ سواری کے اونٹ لے کر آ جائے۔ اگرچہ وہ مسلمان نہ تھا' لیکن بہت ایماندار آدمی تھا۔ پیغام ملتے ہی اونٹ لے کر آگیا۔ یہ دو اونٹ تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مدینہ جانے کے لیے تیار کرائے تھے۔

ایک اونٹ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ صدیق سوار ہوئے اور دوسرے پر حضرت عبداللہؓ بن ابوبکر اور حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کئے ہوئے غلام عامرؓ بن فہیرہ سوار ہو گئے اور سب نے مدینہ کی طرف سفر شروع کر دیا۔

دو معجزے

اس سفر کے دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اور معجزے ظاہر ہوئے۔ ایک تو یہ کہ ایک سو اونٹ انعام ملنے کے لالچ میں مکہ کا ایک مشہور شہ سوار جس کا نام سراقہ بن مالک بن جعشم تھا' گھوڑا دوڑاتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے بالکل نزدیک پہنچ گیا' لیکن اچانک ایسا ہوا کہ اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر گر گیا۔ وہ جلدی سے اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر حضورؐ کی طرف بڑھا' لیکن چند ہی قدم چلا کہ گھوڑے کو پھر ٹھوکر لگی اور وہ پھر زمین پر گر گیا۔ اس بار بھی اس نے اسے ایک معمولی بات خیال کیا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا' لیکن تیسری مرتبہ اس کے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور اس مرتبہ ایسا ہوا کہ گھوڑے کے اگلے دونوں پیر زمین میں دھنس گئے اور ساتھ ہی ہوا کا بہت زور کا جھونکا آیا۔ جیسے بگولا اٹھا ہو' ساتھ ہی اسے دھواں سا دکھائی دیا۔

سراقہ اب تک تو یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کے گھوڑے کو اتفاق سے ٹھوکر لگ جاتی ہے' ایسے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں' لیکن جب تیسری بار زمین پر گرا اور اپنے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنسے ہوئے دیکھے تو سمجھ گیا کہ یہ کوئی اتفاقیہ بات نہیں' بلکہ کوئی غیبی طاقت اسے آگے بڑھنے سے روک رہی ہے اور اس نے بہت اونچی آواز میں کہا۔ "میں سراقہ ہوں' رک کر میری بات سن لیجئے' میں آپ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچاؤں گا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: "اس سے پوچھو یہ کیا چاہتا ہے؟"

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جواب میں سراقہ نے اپنے آنے کی وجہ بتا کر کہا "اب میرا ارادہ بدل گیا ہے۔ اب مجھے اونٹوں کا لالچ نہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا۔ "اے سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تجھے کسریٰ (ایران کے بادشاہ) کے کنگن (سونے کا ایک زیور) پہنائے جائیں گے؟"

یہ ایک خوشخبری تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو سنائی وہ

Marfat.com

خوش ہو گیا اور اپنے آنے کا مقصد بیان کرنے کے بعد کہا: "اب میں اس جگہ سے لوٹ جاؤں گا اور اگر کوئی اور شخص آپؐ کی تلاش میں آتا ہوا ملا تو اسے بھی لوٹا دوں گا' لیکن میں چاہتا ہوں آپؐ ایک تحریر لکھ کر مجھے دے دیں کہ آپؐ کی طرف سے امان حاصل ہو گئی ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایسی ایک تحریر لکھ کر سراقہ کو دے دی گئی اور وہ مکہ کی طرف لوٹ گیا۔

دوسرا معجزہ یہ ظاہر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے ایک دیہاتی عرب (بدو) ابومعبد خزاعی کے خیمے کے پاس پہنچے تو اس کی بیوی ام مغید خزاعی سے کچھ دودھ طلب کیا۔

ام مغید نے کہا۔ "ہمارے پاس ایک ہی بکری ہے جو بہت کمزور ہو گئی ہے۔ پورا چارہ نہ ملنے کی وجہ سے اس کے تھنوں کا دودھ سوکھ گیا ہے۔"

یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے تھنوں کو اپنا مبارک ہاتھ لگایا' تو ان میں دودھ اتر آیا اور اس مریل سی بکری کے تھنوں سے اتنا دودھ حاصل ہو گیا کہ سب نے پیٹ بھر کر پیا اور اتنا ہی دودھ اس کے تھنوں سے دوبارہ دوہا گیا۔

ابومعبد کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا' جب وہ واپس آیا' تو اس کی بیوی نے بکری کے سوکھے تھنوں سے دودھ حاصل ہونے کی بات سنائی۔ وہ کہنے لگا۔ "یہ مبارک مسافر ضرور وہی رسول ہے جس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ اس زمانے میں پیدا ہو گا۔"

رسولؐ اللہ مدینہ میں

اب راستے میں کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان سے چلتے ہوئے شہر مدینہ کے قریب پہنچ گئے اور اس کی ایک بستی میں رک گئے جس کا

Marfat.com

نام قباء تھا۔ یہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ اور پیر کا دن تھا۔ یہاں آپؐ کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ اگر ملاقات کے لیے آنے والوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی تھی' تو انہیں حضرت سعد بن خثیم رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرایا جاتا تھا اور آپ ان سے ملنے کے لیے وہاں تشریف لے جاتے تھے۔

قباء میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ سے زمین لے کر مسجد بنائی۔ یہ مسجد اب بھی موجود ہے اور اسے مسجد قباء ہی کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے جس جگہ مسجد بنائی گئی ہے وہاں کلثومؓ بن ہدم کا گودام تھا جس میں وہ کھجوریں رکھا کرتے تھے۔

جس وقت مسجد بنائی جا رہی تھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک مزدور کی طرح کام کر رہے تھے۔

مسجد بنانے کے زمانے ہی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی مدینہ تشریف لے آئے۔ آپؑ مکہ سے پیدل چلتے ہوئے مدینہ آئے تھے اور اتنا لمبا سفر کرنے کی وجہ سے آپؑ کے پاؤں زخمی تھے' لیکن آتے ہی مسجد بنانے کے کام میں مشغول ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی قباء آ گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ' حضرت ابو رافعؓ اور عبداللہ بن اریقط کو مکہ بھیج کر اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا' اپنی بیوی سودہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو بھی مکہ سے بلوا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے مسجد کے حجروں میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بال بچے حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرائے گئے۔

پیاری بچیوں کا پیارا گیت

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں پندرہ دن رہے' اس کے بعد یثرب (مدینہ منورہ) تشریف لے گئے' قباء اب ایک طرح مسلمانوں کی بستی بن گئی تھی۔ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان اسی بستی میں رہتے تھے۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہیں رہیں' لیکن آپؐ نے یہ بات نہ مانی اور اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

مدینہ میں یہ خبر پہنچی تو لوگوں کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ مرد' عورتیں اور بچے سب آپؐ کا استقبال کرنے کے لیے گھروں سے نکل آئے۔ ہر طرف عید کا سا سماں نظر آنے لگا۔

مدینہ کی پیاری پیاری بچیاں آواز ملا کر محبت بھرا گیت گا رہی تھیں:

"کوہ وداع کی وادیوں سے چاند ابھر آیا ہے۔ ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے' جب تک دعوت دینے والا اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پیاری پیاری خوش نصیب بچیوں سے فرمایا۔ "جس طرح تم مجھ سے محبت کرتی ہو' میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔"

مدینہ میں جتنے مسلمان تھے سبھی یہ چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مہمان بنیں۔ ہر شخص آگے بڑھ کر یہی درخواست کر رہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی یہ محبت اور جوش دیکھ کر فرمایا: "میں اپنی مرضی سے کسی کا مہمان نہیں بن سکتا۔ میری اونٹنی جس کے گھر کے قریب بیٹھ جائے گی وہی میرا میزبان ہو گا۔"

قصویٰ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ آخر وہ ایک جگہ بیٹھ گئی اور جس جگہ وہ بیٹھی وہاں سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر سب سے زیادہ قریب تھا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم انہی کے گھر تشریف لے گئے۔

یہ مکان دو منزلہ تھا' حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ حضورؐ اوپر کی منزل میں رہیں' لیکن آپؐ نے نیچے کی منزل میں رہنا پسند کیا۔ یہ فیصلہ آپؐ نے اس خیال سے کیا کہ جو لوگ زیارت کے لیے آئیں گے انہیں آسانی رہے گی' لیکن کچھ ہی دن بعد ایک ایسا واقعہ ہوا کہ حضورؐ نے اپنا پہلا فیصلہ بدل دیا اور اوپر کی منزل میں تشریف لے گئے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ اوپر کی منزل میں پانی کا ایک برتن ٹوٹ گیا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے خطرہ محسوس کیا۔کچی چھت سے پانی نیچے ٹپکے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو گی۔ یہ سوچ کر انہوں نے اوڑھنے بچھانے کے سارے کپڑے فرش پر ڈال کر ان میں پانی جذب کر لیا اور وہ رات بہت تکلیف میں گزاری۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی' تو آپؐ نے اوپر کی منزل میں رہنا منظور فرما لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس صحابی کے گھر سات مہینے رہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ تشریف لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا اور اس کام کے لیے جو زمین پسند کی وہ دو یتیم بچوں سہل بن عمرو اور سہیل بن عمرو کی تھی۔

زمین پسند کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک بچوں کو قیمت دینے کے لیے فرمایا' لیکن انہوں نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا: "اس زمین پر عبادت گاہ بنائی جائے گی اس لیے ضروری ہے کہ اسے باقاعدہ خریدا جائے۔" حضورؐ کے فرمانے سے بچے قیمت لینے پر راضی ہو گئے اور ایک روایت میں

Marfat.com

ہے کہ بچوں نے قیمت نہ لی۔

زمین کی قیمت ادا کرنے کے بعد مسجد بنانے کا کام شروع کر دیا گیا اور اس کام میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حصہ لیا۔ اس مقدس مسجد کی جو عمارت سب سے پہلے بنائی گئی وہ ۶۳ گز لمبی اور چودہ گز چوڑی تھی۔ دیواریں گارے اور کچی اینٹوں کی تھیں اور چھت کھجور کی ٹہنیوں سے پاٹی گئی تھی۔ چھت کو سہارا دینے کے لیے کھجور کے تنے ستونوں کی طرح لگا دیئے گئے تھے۔ چھت کی اونچائی اتنی تھی کہ درمیانے قد کا آدمی ہاتھ اونچا کر کے اسے چھو سکتا تھا' بارش ہوتی تو چھت ٹپکنے لگتی تھی اور مسجد کے اندر کیچڑ ہو جاتی تھی۔

مسجد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے لیے دو حجرے بھی بنائے گئے تھے اور ان کی دیواریں اور چھتیں بھی ویسی معمولی اور کچی ہی تھیں جیسی مسجد کی تھیں۔

مسجد میں تین دروازے رکھے گئے تھے جن میں کواڑ نہ تھے۔ حجروں کے دروازوں میں بھی کواڑ نہ تھے۔ پردے کے لیے چٹائیاں لٹکا دی گئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب مدینہ کی یہ مسجد جسے مسجد نبویؐ کہا جاتا ہے دنیا کی سب سے اچھی عمارتوں میں بھی سب سے اچھی ہے۔ آس پاس کی بہت ساری زمین اور کتنے ہی مکان شامل کر کے اسے اتنا بڑا کر دیا گیا ہے کہ ایک وقت میں ہزاروں آدمی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اور اس کی دیواریں' چھت' محرابیں اور ستون ایسے عمدہ بنائے گئے ہیں کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے' لیکن شروع میں یہ ایسی ہی تھی کہ اس کی دیواریں بھی کچی تھیں' چھت بھی کچی تھی اور دروازوں میں کواڑ بھی نہ تھے' لیکن اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کیا جا سکتا کہ جتنی اچھی نمازیں اس وقت اس مسجد میں پڑھی گئی ہیں' پھر کبھی نہ پڑھی گئی ہوں گی اور نہ پڑھی جائیں گی۔

Marfat.com

آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام بنتے تھے اور آپؐ کے پیچھے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ جیسے اونچے درجے کے صحابی نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہوتے ہوں گے، تو وہ نمازیں کس شان کی ہوتی ہوں گی۔

اس کے علاوہ یہ شان بھی اسی مسجد کو حاصل ہے کہ اسلامی سلطنت کا سب سے بڑا حاکم اسی کے اندر بیٹھ کر دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کے فیصلے کیا کرتا تھا اور یہ فیصلے ایسے ہوتے تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت انہیں بدل نہ سکتی تھی۔

آپ کے لیے ہم نے یہ بات اس لیے لکھی ہے کہ آپ عزت، بزرگی اور طاقت کا اصل راز جان لیں اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ بڑی شاندار اور خوشنما عمارتیں بنانے سے کسی کو سچی عزت اور طاقت حاصل نہیں ہو جاتی، بلکہ یہ سب برکتیں نیکی اور سچائی کے راستے پر چلنے سے حاصل ہوتی ہیں۔

جیسا کہ آپ نے پڑھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ پر ایمان لانے والے مسلمان اس حالت میں مکہ سے نکالے گئے تھے کہ ان کے پاس سر چھپانے کے لیے ٹھکانہ بھی نہ تھا۔ اگر ان کے پاس کوئی دولت تھی تو وہ ان کا ایمان اور یہ پکا ارادہ تھا کہ چاہے کیسی بھی مصیبت سر پر آ پڑے سچائی کا راستہ نہ چھوڑیں گے۔

جب انہوں نے یہ ارادہ کر لیا اور پھر اسی کے مطابق زندگی گزارنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے انہیں اس زمانے کی سب سے بڑی سلطنت کا مالک بنا دیا۔

Marfat.com

Marfat.com

۷

مدینہ کی اسلامی سلطنت

Marfat.com

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارادہ کر کے مدینہ آئے تھے کہ اب ساری زندگی اسی شہر میں رہیں گے اور ہجرت کر کے آنے والے عام مسلمانوں نے بھی ہمیشہ کے لیے اسی شہر کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔

اللہ کے لیے اپنا گھر بار اور اپنا وطن چھوڑ کر آنے والے مسلمانوں میں زیادہ ایسے تھے جن کا سارا مال اسباب مکہ کے کافروں نے چھین لیا تھا اس لیے یہ بات بہت ضروری تھی کہ ان کے رہنے سہنے کا انتظام کیا جائے۔

مسجد بن کر تیار ہو گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضروری کام کی طرف دھیان دیا اور اس سلسلے میں ایسا اچھا انتظام فرمایا کہ پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپؐ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا اور اس رشتے کی وجہ سے وہ سگے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے ہمدرد اور بھلا چاہنے والے بن گئے۔

انصار ان مسلمانوں کو کہا جاتا ہے جنھوں نے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو اپنا مہمان بنایا تھا۔ عربی زبان میں انصاری مدد کرننے والے کو کہتے ہیں۔ ناصر کی جمع انصار ہے، یعنی مدد کرنے والا ایک ہو تو ناصر اور زیادہ ہوں، تو انصار کہیں گے۔

انصار اور مہاجرین کے درمیان یوں بھائی چارہ قائم کرنے کو اسلامی تاریخ میں مواخاۃ کا سلسلہ قائم کرنا کہا گیا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان قائم ہونے والا یہ رشتہ کیسا مضبوط تھا اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے کاروبار او اپنی جائیداد تک میں ساجھی بنا لیا۔ جس کے پاس دو گھر تھے، اس نے

Marfat.com

ایک گھر اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا اور اگر کسی کے پاس گھر کا سامان نہ تھا تو اپنا آدھا سامان بانٹ کر اپنے دینی بھائی کے حوالے کر دیا۔ کچھ انصاری امیر تھے انہوں نے کئی کئی مکان مہاجروں کو دے دیئے۔

اس سلسلے میں ایک مثال تو بہت ہی شاندار ہے۔ ایک انصاری حضرت سعدؓ بن ربیع نے اپنے مہاجر بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہا: "بھائی میرے پاس دو گھر ہیں' ان میں سے ایک تم لے لو' میرے پاس جو سامان ہے اس میں سے بھی آدھا تمہارا ہے' اس کے علاوہ اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دیے دیتا ہوں' اس سے تم نکاح کر لو۔"

دوسری طرف مہاجر بھی ایسے غیرت والے تھے کہ انہوں نے بہت مجبوری کی حالت ہی میں اپنے انصاری بھائی سے مدد لی' ورنہ مدینہ آتے ہی محنت مزدوری اور کاروبار شروع کر کے اپنی روزی کمانے لگے اور ایسا کیوں نہ کرتے' وہ سچے مسلمان جو تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ربیع کا شکریہ ادا کر کے کہا: "بھائی تمہارا مال اسباب تمہیں مبارک ہو۔ میرے لیے تو یہی کافی ہے کہ تم مجھے مدینہ کے بازار میں پہنچا دو۔"

حضرت سعدؓ بن ربیع اپنے دینی بھائی کے کہنے کے مطابق انہیں بازار میں لے گئے۔ انہوں نے گھی فروخت کرنے کا کاروبار شروع کر دیا اور تھوڑے ہی دنوں میں خوب امیر ہو گئے۔ انہی کی طرح دوسرے مسلمانوں نے بھی کاروبار شروع کر دیا اور سب اطمینان سے رہنے لگے۔

بڑے رتبے کے مسلمانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو حضرت خارجہؓ بن زیدؓ خزرجی کا بھائی بنایا۔ حضرت عمرؓ کو حضرت عتبانؓ بن

Marfat.com

مالک خزرجی کا۔ حضرت عثمانؓ کو حضرت اوسؓ بن ثابت منذر کا اور حضرت بلالؓ کو حضرت ابو عبداللہؓ بن عبدالرحمٰن کا بھائی بنایا۔

حضرت علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بھائی بنایا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "اے علیؓ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

یہودیوں کے ساتھ سمجھوتہ

جس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے' اس شہر میں یہودیوں کا بہت زور تھا۔ زمینوں کے مالک بھی زیادہ تر وہی تھے۔ تجارت بھی انہی کے ہاتھ میں تھی۔ بازاروں اور منڈیوں میں انہی کی دکانیں زیادہ تھیں اور وہی ہر قسم کا کاروبار کر رہے تھے۔

پیارے بچوں کو معلوم ہو گا مشہور پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے لوگوں کو یہودی کہا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل ہوئی تھی اس کا نام تورات ہے۔ اس آسمانی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بھلائی اور نیکی کی باتیں بتا دی تھیں اور حکم دیا تھا کہ سب انہی حکموں کو مانیں جو تورات میں لکھے ہوئے ہیں۔

یہودی کچھ دن تو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے رہے اور اس وجہ سے اللہ پاک نے انہیں بہت بڑی سلطنت کا مالک بنا دیا' لیکن پھر انہوں نے نیکی کا راستہ چھوڑ کر برائی کو اپنا لیا اور ایسے برے بن گئے کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا اور انہیں دوسری قوموں کا غلام بنا دیا۔ ان کی سلطنت چھن گئی اور ساری شان مٹ گئی۔

مدینہ میں جو یہودی آباد تھے وہ بھی اپنے مذہب کی اچھی باتوں کو چھوڑ چکے تھے۔ انہوں نے برائی کا راستہ اپنا لیا تھا' یہاں تک کہ اپنی مذہبی کتاب میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے شامل کر لی تھیں۔

مدینہ میں یہودیوں کے تین بڑے قبیلے تھے: بنو قینقاع بنو قریظہ ور بنو نضیر

Marfat.com

آباد۔ بہت سی دوسری برائیوں کے علاوہ ان میں ایک بہت بڑی برائی یہ بھی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو بہت عزت والا اور دوسروں کو بہت کم درجے کا خیال کرتے تھے' ان کا عقیدہ تھا یہودی کیسا برا بن جائے جنت میں جائے گا اور ان کے سوا کوئی جنت میں نہ جاسکے گا۔

یہودیوں کو بنی اسرائیل بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارے زمانے میں فلسطین کی یہودی ریاست اسرائیل کا نام اسی وجہ سے اسرائیل رکھا گیا۔

یہودی اپنے آپ کو مشہور پیغمبر حضرت یعقوبؑ کی اولاد بتاتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کا ایک نام اسرائیل بھی تھا۔ اسی نام کی مناسبت سے یہودی بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ یہودی انہیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یہودہ تھا۔ اسی نام کی مناسبت سے وہ یہودی کہلانے لگے۔

اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید میں یہودیوں کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بتایا ہوا طریقہ چھوڑ کر برائی اور گناہ کا راستہ اختیار کر لیا تھا اور اسی وجہ سے انہیں ذلیل کر دیا گیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے یہودیوں کی ساری برائیوں کے باوجود یہ کوشش کی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ امن چین سے رہیں اور اچھے ہمسایوں کی طرح زندگی گزاریں۔ چنانچہ آپؐ نے یہودی سرداروں کو بلا کر ان کے ساتھ دوستی کا ایک معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کو میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔ اس سمجھوتے میں جو شرطیں طے ہوئیں وہ یہ ہیں:

ا۔ یہودی اور مسلمان ان قوموں کے مقابلے میں ایک قوم مانے جائیں گے جن سے دوستی کا سمجھوتہ نہیں ہے۔

Marfat.com

۲۔ مسلمان اور یہودی اپنے اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کریں گے اور مذہب کے علاوہ دوسری باتوں میں دونوں ایک جماعت سمجھے جائیں گے۔

۳۔ کسی کو قتل کر دیئے جانے کی صورت میں مسلمان قتل ہونے والے یہودی کا اور یہودی قتل ہونے والے مسلمان کا خون بہا (وہ رقم جو قتل ہونے والے کے رشتہ داروں کو دی جاتی ہے) ادا کریں گے۔

۴۔ ظالموں اور برائی کے راستہ پر چلنے والوں کا مقابلہ مسلمان اور یہودی مل کر کریں گے۔ اس بات پر غور نہ کیا جائے گا کہ ظالم مسلمان ہے یا یہودی۔

۵۔ قتل ہونے والے کے رشتہ دار اگر خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں' تو بدلے میں قاتل کو قتل نہ کیا جائے گا۔

۶۔ ہر مسلمان کسی غیر مسلم کو پناہ دے سکے گا اور اگر ایک مسلمان صلح کر لے گا' تو وہ سب مسلمانوں کی طرف سے صلح سمجھی جائے گی۔

۷۔ اگر کسی دشمن سے مسلمانوں کی لڑائی ہو گی' تو یہودی' مسلمانوں کا ساتھ دیں گے اور ان کے دشمن سے لڑیں گے۔

۸۔ باہر کے کسی دشمن سے لڑائی ہونے کی صورت میں یہودی اور مسلمان ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور ایک دوسرے کا بھلا چاہیں گے۔

۹۔ کوئی یہودی مکہ کے قریش کو پناہ نہیں دے گا اور نہ مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی حمایت کرے گا۔ یہودی' مکہ کے قریش کے دوستوں کی مدد بھی نہیں کریں گے۔

۱۱۔ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ کرے گا' تو مسلمان اور یہودی مل کر اس کا مقابلہ کریں گے اور اگر صلح ہو جائے' تو دونوں کی طرف سے صلح سمجھی جائے گی۔

Marfat.com

۱۲۔ اگر کوئی یہودی مسلمان ہو جائے، تو وہ درجے میں مسلمانوں کے برابر ہو جائے گا اور مسلمانوں کے لیے ضروری ہو گا کہ اس کے دشمن سے مقابلہ کریں۔

۱۳۔ اگر کوئی شخص جرم کرے گا تو اس کے بدلے میں اس کے حلیف (جس کے ساتھ دوستی کا سمجھوتہ ہو) کو مجرم نہیں سمجھا جائے گا، یعنی سزا جرم کرنے والے ہی کو دی جائے گی۔

۱۴۔ سب مسلمان اس سمجھوتے کو مانتے ہیں اور اس پر عمل کریں گے۔

۱۵۔ اگر مسلمانوں اور یہودیوں میں کسی بات پر جھگڑا ہو گا، تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو گا۔

اس معاہدے سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم نے سچے دل سے یہ کوشش فرمائی تھی کہ مدینہ کے سب باشندے پیار و محبت اور امن و چین سے رہیں اور پوری آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کی اچھی باتوں پر عمل کرتے رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھوتہ یہودیوں سے ڈر کر نہ کیا تھا، بلکہ اس لیے کیا تھا کہ اسلام کا تو پیغام ہی سب کے ساتھ انصاف کرنا اور امن قائم کرنا ہے۔

یہ معاہدہ اس بات کا پکا ثبوت تھا کہ مذہب اسلام امن اور انصاف کا مذہب ہے۔ وہ صرف اس وجہ سے کسی کا مخالف نہیں بنتا کہ وہ کسی اور طریقے پر چلنے والا ہے۔ اس کی جنگ تو صرف برائیوں سے ہے اور یہ بات آپ بھی بالکل آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ برائی سے نفرت کرنا اور برائیوں کو مٹانا بہت ضروری بات ہے۔

مثال کے طور پر اگر کسی بستی میں کوئی ایسا آدمی رہتا ہو جو لوگوں کی چیزیں چرا لیتا ہو۔ بیگناہوں کو ستاتا ہو اور اپنے جیسے برے لوگوں کو بلا بلا کر اپنے گھر میں بٹھاتا

Marfat.com

ہو' تو اس بستی کے رہنے والوں کو اس وقت تک آرام اور اطمینان نہیں مل سکتا جب تک اس برے آدمی کو برائیوں سے روک نہ دیا جائے۔ ہمارا مذہب ایسا کرنے کو ضروری بتاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان برائیوں کو مٹانے اور نیکی کو ترقی دینے کی کوشش نہ کرے تو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے۔

مکہ کے کافروں کی شرارتیں

مکہ کے کافروں کے ظلم سے بچنے کے لیے مسلمانوں نے یہ شہر ہی چھوڑ دیا تھا اور وہاں سے سینکڑوں کیلومیٹر دور مدینہ میں آباد ہو گئے تھے۔ اس شہر کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھ دی کہ انہوں نے اسلام کی سچائی کا اندازہ کر لیا اور مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ انصار قبیلوں اوس اور خزرج کے علاوہ بہت سے یہودی بھی مسلمان ہو گئے۔ ان میں یہودیوں کے بہت بڑے عالم عبداللہؓ بن سلام بھی تھے۔

اگر مکہ کے کافروں میں معمولی سی عقل بھی ہوتی' تو اب مسلمانوں کو پریشان نہ کرتے' لیکن انہوں نے یہ اچھا طریقہ اختیار نہ کیا' بلکہ اس کوشش میں لگ گئے کہ مسلمان مدینہ میں بھی امن چین سے نہ رہ سکیں۔

اس سلسلے میں انہوں نے ایک خطرناک فیصلہ یہ کیا کہ مدینہ پر حملہ کر کے سب مسلمانوں کو قتل کر دیا جائے اور مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لیے فوجی تیاری بھی کرنے لگے۔ جب کوئی قافلہ تجارت کا سامان لے کر جاتا تو اس کے نفع کا کچھ حصہ لڑائی کا سامان تیار کرنے کے لیے الگ کر دیتے۔

جنگ بدر

مکہ کے کافروں نے اس طرح جب لڑائی کی خوب تیاری کر لی' تو رمضان سن ۲ ہجری میں غرور بھرے نعرے لگاتے' ہتھیار چمکاتے ہوئے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

سن ہجری اس دن سے شروع ہوتا ہے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی۔ اب یہ اسلامی سن کہلاتا ہے۔ اور اس کی تاریخوں کا حساب چاند کے نکلنے اور مہینہ پورا کر کے ڈوبنے سے ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ مکہ کے کافر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے ہیں، تو آپؐ نے بھی جنگ کی تیاری شروع کر دی اور رمضان کی ۱۳ تاریخ کو کافروں سے مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ سے نکلے۔ آپؐ کے ساتھیوں کی کل تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ان میں ۱۶ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ ان کے پاس پورے ہتھیار بھی نہ تھے۔ اللہ کے ان سپاہیوں کے پاس لڑائی کا معمولی سامان تھا۔ اس کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ تین سو تیرہ مجاہدوں کی سواری کے لیے کل ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔

دوسری طرف کافروں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی اور وہ خوب تیاری کر کے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے تھے۔ مکہ میں جتنے بھی بہادر تھے سبھی ان کے ساتھ آئے تھے اور ان سب کے پاس بڑھیا سے بڑھیا ہتھیار تھے، لیکن ان کے پاس جو چیز نہ تھی وہ ایمان کی دولت اور اللہ کی مدد نہ تھی۔

ادھر مسلمانوں کے پاس سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی طاقت اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اس کی طرف سے مدد کی امید ہی تھی۔ یہ بات صاف نظر آ رہی تھی کہ کافر بہت زیادہ طاقتور ہیں، لیکن مسلمانوں کے دلوں میں ان کا ذرا سا خوف بھی نہ تھا اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر پورا پورا بھروسہ تھا اور وہ یہ جانتے تھے کہ ان کے دشمن ظالم اور بے انصاف ہیں اور یہ ارادہ کر کے آئے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ کو قتل کر دیں۔ مسلمانوں کو تباہ کر دیں اور اللہ کے سچے دین اسلام کو مٹا دیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی رحمت پر پورا بھروسہ کرنے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کے مطابق کافروں سے لڑائی کی پوری پوری تیاری بھی کی تھی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کی کہ اپنی چھوٹی سی فوج کے تین جھنڈے تیار کیے۔ پہلا جھنڈا مہاجرین کے لیے' یہ جھنڈا آپؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو دیا۔ دوسرا جھنڈا انصار کے قبیلے خزرج کے لیے۔ یہ جھنڈا حضرت حبابؓ بن منذر کو دیا اور تیسرا جھنڈا انصار کے قبیلے اوس کے لیے' یہ جھنڈا حضرت سعدؓ بن معاذ کے سپرد فرمایا۔

اس کے بعد کافروں سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور ایک مقام' بدر میں رک گئے۔ بدر ایک چشمے کا نام ہے جو مدینہ سے شمال مشرق کی طرف ۸۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے یہ نام قبلہ بنو ضمرہ کے ایک شخص بدر کے نام پر رکھا گیا تھا جو یہاں سب سے پہلے آباد ہوا تھا۔ اس زمانے میں ذیقعدہ کے مہینے میں یہاں میلا بھی لگا کرتا تھا جو آٹھ دن جاری رہتا تھا۔

دوسری طرف سے کافروں کی فوج بھی اس میدان تک پہنچ چکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حضرت حبابؓ بن منذر کے مشورے سے اسلامی لشکر کو اس میدان کے ایسے حصے میں ٹھہرایا جہاں پانی قریب ہی تھا۔ آپؐ نے یہاں تالاب بنوا کر پانی اکٹھا کرا لیا۔

رمضان کی ۱۷ تاریخ کو جمعہ کے دن دونوں فوجیں لڑنے کے لیے آمنے سامنے کھڑی ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رات اللہ کی عبادت میں گزاری اور فتح پانے کے لیے دعائیں مانگتے رہے جنگ کے میدان میں آ کر بھی آپؐ نے سب سے پہلے اپنے رب سے دعا مانگی' فرمایا:

"اے اللہ یہ قریش غرور میں بھرے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تیرے

Marfat.com

ساتھ جنگ کریں اور تیرے رسولؐ کو جھٹلائیں۔ اے اللہ اپنا وعدہ پورا فرما' اے اللہ اگر تیرے ماننے والوں کی یہ چھوٹی سی جماعت مٹ گئی تو پھر آسمان کے نیچے تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔"

مسلمانوں کے لیے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دعا مانگ رہے تھے آپؐ کی ایسی حالت تھی کہ چادر مبارک بار بار کاندھوں سے ڈھلک جاتی تھی جسے حضرت ابوبکر صدیقؓ ٹھیک کرتے تھے۔

دوسری طرف کافروں کا یہ حال تھا کہ غرور بھرے نعرے لگا رہے تھے اور شیخی بگھار رہے تھے کہ آج ایک مسلمان کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے' لیکن جب لڑائی شروع ہوئی' تو ان کی ساری شیخی خاک میں مل گئی۔ ان کے وہ بہادر جنہیں اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ تھا' قتل ہو گئے اور جو بچے وہ بہت ذلت کے ساتھ لڑائی کے میدان سے بھاگنے لگے۔ اللہ تعالٰی نے اپنا وعدہ پورا کیا اور مسلمان جیت گئے۔

مسلمان بچوں کی بہادری

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان یہ پہلی لڑائی تھی جس میں مسلمانوں نے اپنے سے کئی گنا زیادہ کافروں کو شکست دی۔ اس لڑائی میں بڑی عمر کے مسلمانوں نے جو ہمت اور بہادری دکھائی اس کا اندازہ تو اسی بات سے ہو جاتا ہے کہ دشمنوں کی کئی گنا بڑی فوج کو ہرا دیا اور ان کے بڑے بڑے بہادروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

اس کے علاوہ ایک خاص بات یہ ہوئی کہ مسلمان بچوں نے بھی خوب بہادری دکھائی۔ کافروں کے سب سے بڑے سردار اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کو دو مسلمان بچوں ہی نے قتل کیا۔

یہ واقعہ مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

Marfat.com

ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "میں ایک جگہ کھڑا تھا کہ دو انصاری بچے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا: "چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ وہ کہاں ہے؟" میں نے ان سے پوچھا: "تم کیوں پوچھتے ہو۔ تم کیا کرو گے؟" ان میں سے ایک نے کہا: "وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ ہم اسے قتل کریں گے۔" ان کی یہ بات سن کر میں بہت حیران ہوا۔ اتفاق سے اسی وقت ابوجہل مجھے نظر آگیا اور میں نے بچوں کو بتایا وہ ہے ابوجہل۔ یہ سن کر وہ دونوں اس پر جھپٹے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے زخمی کرکے گھوڑے سے گرا دیا۔

ان بچوں میں سے ایک کا نام معاذؓ بن عمرو اور دوسرے کا نام معوذؓ بن عمرو تھا۔

اسی طرح تاریخ میں ایک اور مسلمان بچے کی بہادری کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کا نام عمیرؓ بن ابی وقاص تھا۔ یہ اتنا کم عمر تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدوں کو فوجی قاعدے کے مطابق سیدھی قطاروں میں کھڑا کر رہے تھے، تو عمیرؓ کو قطار سے باہر نکال دیا اور فرمایا: "تم ابھی کم عمر ہو لڑائی میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہو۔"

بہادر عمیرؓ کو اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کا اتنا شوق تھا کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لڑائی سے روک دیا، تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اور ان کا یہ شوق دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جہاد میں حصہ لینے کی اجازت دے دی۔ لڑنے کی اجازت ملنے کے بعد وہ بہت بہادری سے لڑنے لگے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

Marfat.com

غیب سے مدد

اسلامی تاریخ میں اس جنگ کو غزوہ بدر کا نام دیا گیا۔ غزوہ ان جنگوں کو کہا جاتا ہے جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حصہ لیا تھا۔

غزوہ بدر کے بارے میں یہ بات بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب مسلمان یہ ارادہ کرکے جنگ کے میدان میں آ گئے کہ اللہ کے دشمنوں کو ختم کر دیں گے یا اس کوشش میں خود شہید ہو جائیں گے' تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے ان کی مدد فرمائی اور فرشتوں کو ان کی مدد کرنے کے لیے بھیجا جنھوں نے ان کے ساتھ مل کر کافروں کو قتل کیا۔

قرآن مجید میں اس واقعے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور اللہ بدر کی لڑائی میں تمھاری مدد کر چکا ہے اور تم کمزور تھے۔ پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔ (اے نبیؐ) جب تم مسلمانوں سے کہتے تھے کیا تمھارے لیے کافی نہیں کہ تمھارا رب تمھاری مدد کرے؟ تین ہزار فرشتے آسمان سے اترنے والے بھیجے' بلکہ اگر تم صبر کرو اور نیک بن کر رہو اور وہ تم پر ایک دم سے آ پہنچیں' تو تمھارا رب پانچ ہزار فرشتے نشان لگے ہوئے گھوڑوں پر مدد کے لیے بھیجے گا اور اس چیز کو اللہ نے تمھارے دل کی خوشی کے لیے کیا ہے اور تاکہ اس سے تمھارے دلوں کا اطمینان حاصل ہو اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والا ہے۔ تاکہ بعض کافروں کو ہلاک کرے یا انھیں ذلیل کرے' پھر وہ ناکام ہو کر لوٹ جائیں۔" (سورہ آل عمران' آیات نمبر ۱۲۳ تا ۱۲۷)

قرآن مجید میں ایک اور جگہ فرمایا:

"جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں' تم مسلمانوں کے دل مضبوط رکھو میں کافروں کے دلوں میں خوف پیدا کر دوں گا۔ سو (کافروں) کی گردنوں پر مارو اور ان (کے بدن) کی پور پور پر مارو۔ اس لیے کہ وہ اللہ

Marfat.com

اور اس کے رسولؐ کے مخالف ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کا مخالف ہو تو (اسے) اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔" (سورہ الانفال۔ آیات نمبر ۱۲ اور ۱۳))

اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب قرآن مجید کی ان آیتوں سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واقعی آسمان سے فرشتے بھیج کر جنگ بدر میں لڑنے والے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور اسی بات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی مدد کرنے کے لیے آسمان سے فرشتے اس لیے اتارے گئے تھے کہ وہ ظلم اور بے انصافی کو مٹانے کے لیے ظالموں اور بے انصافوں سے لڑ رہے تھے اور اس اچھے مقصد کے لیے انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اللہ کا وعدہ ہے کہ جو کوئی بھی نیکی پھیلانے' برائیوں کو مٹانے اور کافروں یعنی اللہ کو نہ ماننے والوں کا زور توڑنے کے لئے کوشش کرے گا' اللہ پاک اسی طرح غیب سے اس کی مدد فرمائے گا جس طرح جنگ بدر میں لڑنے والے مسلمانوں کی مدد فرمائی تھی۔

جو اللہ کو نہیں مانتے وہ تو مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتے اترنے کی بات کو جھٹلائیں گے' لیکن ایک سچے مسلمان کو اس بات میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کی مدد ضرور کرتا ہے اور یہ بات اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں کہ آسمان سے فرشتے بھیج دے۔

غیبی امداد کے سلسلے میں جنگ بدر کا ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ جب لڑائی شروع ہوئی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مٹھی میں کنکریاں بھر کر کافروں کی طرف پھینکیں جو کافروں کو بندوق کی گولیوں کی طرح لگیں۔ ان کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اور وہ ڈر کر میدان سے بھاگنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعے کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرمایا: "(اے ہمارے

Marfat.com

رسولؐ) تم نے انہیں (کافروں کو) قتل نہیں کیا' بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور تم نے مٹھی بھر (کنکریاں) نہیں پھینکیں' بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں اور اس لیے کہ ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان کرے' بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (سورہ الانفال آیت نمبر ۱۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو غیب سے جو امداد دی اس کا حال بہت سے صحابیوں' یعنی رسول اللہ کے دوستوں نے بھی بیان کیا ہے جو اس لڑائی میں شریک تھے۔

حضرت ابو داؤد مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ "میں کسی کافر پر حملہ کرتا تھا' تو اس کا سر یوں کٹ کر دور جا گرتا تھا جیسے پہلے سے کٹا ہوا ہو۔"

اسی طرح ایک اور صحابی حضرت سہلؓ بن حنیف کا بیان ہے۔ "اگر ہم کافروں کی طرف اشارہ بھی کر دیتے تھے' تو ان کے سر کٹ کر دور جا گرتے تھے۔" ان دونوں باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے۔

کافروں کا انجام

مکہ سے آنے والے کافروں کو پکا یقین تھا کہ اس لڑائی میں وہی جیت جائیں گے اور سب مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے' لیکن بات بالکل الٹی ہوئی' لڑائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے بہت سے سردار جن میں ابوجہل بھی تھا قتل ہو گئے اور انہیں ذلت کے ساتھ میدان سے بھاگنا پڑا۔

مسلمان گنتی میں کافروں سے بہت کم تھے' لیکن اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے انہوں نے کافروں کو ہرا دیا اور ان کا نقصان بھی کم ہوا۔ مسلمان صرف چودہ شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ دوسری طرف ستر کافر مارے گئے' اور اتنوں ہی کو مسلمانوں نے قیدی بنا لیا۔

Marfat.com

جنگ احد

جنگ بدر میں کافروں کو جو ذلت اٹھانی پڑی تھی اور ان کا جس قدر نقصان ہوا تھا اس سے یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ وہ حق پر نہیں اور اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اگر ان میں ذرا بھی عقل ہوتی' تو پھر کوئی شرارت نہ کرتے' لیکن انہیں تو شیطان نے سیدھے راستے سے ایسا بھٹکا دیا تھا کہ انہوں نے اس شکست سے کچھ بھی سبق حاصل نہ کیا۔

مکہ جاتے ہی پھر لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ تجارت میں جو نفع حاصل ہوتا' اس کا ایک حصہ لڑائی کی تیاری کے لیے الگ کر دیتے۔

اس بار انہوں نے مکہ کے آس پاس رہنے والے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور اس طرح ایک بڑی فوج بن کر ۳ شوال ۳ ہجری کو مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان میں دو سو گھوڑ سوار اور سات سو ایسے لڑاکا نوجوان تھے' جنھوں نے زرہ' یعنی لوہے کی کڑیوں سے بنے ہوئے کرتے پہن رکھے تھے۔ اونٹ تو ان کے پاس ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

اس بار ان کافروں نے بہت سی عورتوں کو بھی ساتھ لیا تھا جو شعر گا گا کر جوش دلا رہی تھیں۔

جن دنوں کافر لڑائی کی تیاری کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب مکہ میں ہی تھے۔ وہ اگرچہ مسلمان نہ ہوئے تھے' لیکن ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو چکی تھی' چنانچہ اس محبت ہی کی وجہ سے انہوں نے اپنے ایک آدمی کو مدینہ بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچا دی کہ مکہ کے کافر پھر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے یہ بات معلوم تھی کہ مکہ کے کافر

Marfat.com

لڑائی کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں۔ ادھر آپؐ بھی کافروں سے لڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔ جب یہ خبر ملی کہ کافروں کی فوج مکہ سے روانہ ہو گئی ہے' تو آپؐ نے صحابہ کو بلا کر ان سے مشورہ کیا کہ کافروں کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ کچھ صحابہ کی رائے یہ تھی کہ شہرمدینہ کے اندر رہ کر ہی کافروں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ کچھ یہ کہتے تھے کہ شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں کافروں کا مقابلہ کرنا ٹھیک رہے گا۔

یہ بحث ہو ہی رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ آپؐ شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں کافروں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔

۱۴ شوال سن ۳ ہجری کی جمعہ کی نماز پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کی طرح اس جنگ کے لیے بھی تین جھنڈے تیار کیے۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو' انصار کے قبیلے اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو دیا۔

جو مسلمان مکہ کے کافروں سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ گویا اس جنگ میں بھی کافروں کی تعداد مسلمانوں سے دو ہزار زیادہ تھی اور پہلے کی طرح ان کے پاس لڑائی کا سامان بھی بہت اچھا تھا۔

تعداد میں کم ہونے کے علاوہ اس بار مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچانے والی ایک بات یہ تھی کہ کچھ ایسے لوگ بھی لشکر میں شامل ہو گئے تھے جو سچے دل سے مسلمان نہ ہوئے تھے' بلکہ دنیا کے کچھ فائدے حاصل کرنے کے لیے ظاہری طور پر مسلمان بن گئے تھے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بات بتائی ہے کہ انہیں قیامت کے دن کافروں سے بھی زیادہ سزا ملے گی۔ انہیں دوزخ سے کبھی نہ نکالا جائے گا۔

Marfat.com

مسلمانوں کے ساتھ جو منافق تھے، ان میں ایک شخص عبداللہ بن ابی تھا۔ مسلمانوں کے مدینہ آنے سے پہلے وہ اس شہر کا ایک بڑا آدمی مانا جاتا تھا، لیکن جب مسلمان یہاں آئے، تو اس کی پہلی سی شان باقی نہ رہی اور یہ اندازہ کر کے مسلمان ہو گیا کہ مسلمانوں کی برادری میں شامل ہو کر دنیا کے بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔

جنگ احد کے موقع پر اس نے یہ حرکت کی کہ جب اسلامی لشکر کافروں سے لڑنے کے لیے گیا تو اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ بہانہ یہ بنایا کہ جنگ کے سلسلے میں میری بات نہیں مانی گئی۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ حملہ کرنے والی فوج کا مقابلہ شہر کے اندر رہ کر کیا جائے۔

تین سو آدمیوں کے یوں الگ ہو جانے سے ایک تو اسلامی لشکر کی طاقت کم ہوئی، دوسرے یہ خطرہ بھی پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے دل ٹوٹ جائیں گے، شاید اس نے بھی یہ حرکت یہی سوچ کر کی تھی، لیکن اللہ کے فضل سے ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ اس کے الگ ہو جانے کی مسلمانوں نے بالکل پروا نہ کی۔ پروا کرتے بھی کیوں، انہیں تو سب سے زیادہ بھروسہ اپنے اللہ پر تھا۔

بہادر مسلمان بچے

جنگ بدر کی طرح اس جنگ میں بھی مسلمان بچوں نے بہت بہادری دکھائی۔ کتنے ہی بچوں نے یہ کوشش کی کہ انہیں جنگ میں حصہ لینے کی اجازت مل جائے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم عمر ہونے کی وجہ سے انہیں روک دیا، پھر بھی دو بچے سمرہؓ بن جندب اور رافعؓ بن خدیج نے جنگ میں حصہ لینے کی اجازت لے ہی لی۔ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے اجازت دے دی کہ وہ تیر چلانے میں بہت ماہر تھے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن رات کے وقت کافروں کی فوج سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ صرف سات سو مجاہد تھے۔ جنگ بدر کے مجاہدوں کی طرح لڑائی کا سازو سامان ان کے پاس بھی بالکل معمولی تھا۔ گھوڑے تو ان کے پاس کل دو ہی تھے' لیکن پہلے کی طرح اس یقین سے سب کے دل مضبوط تھے کہ ہم سچائی کی حفاظت کے لیے ان لوگوں سے لڑیں گے جو ظالم اور بے انصاف ہیں۔ اس یقین کے علاوہ تمام مجاہدین کو یہ امید بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ غیب سے ہماری مدد کرے گا۔

اس بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد نامی پہاڑ کے قریب رکے۔ یہ پہاڑ مدینہ شہر سے تین ساڑھے تین میل کے فاصلے پر شمال کی طرف ہے اور اسے احد نام اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ آس پاس کے دوسرے پہاڑوں سے یہ الگ تھلگ اور اکیلا نظر آتا ہے۔ عربی زبان میں احد اکیلے کو کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کو اس پہاڑ کے قریب اس طرح ٹھہرایا کہ پہاڑ لشکر کی پشت کی طرف اور مدینہ سامنے تھے۔ اس پہاڑ میں ایک درہ' یعنی قدرتی راستہ ہے۔ اس درے کی وجہ سے یہ خطرہ تھا کہ اگر کافر چکر کاٹ کر پہاڑ کے دوسری طرف پہنچ جائیں تو اس درے سے گزر کر مسلمانوں کے لشکر تک پہنچ سکتے ہیں اور حملہ کر کے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

اس خطرے سے بچنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انتظام کیا کہ تیر چلانے والے پچاس مجاہدوں کو اس درے پر پہرہ دینے کے لیے مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ لڑائی کچھ بھی رنگ اختیار کرے تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان پچاس تیر اندازوں کا سردار بنایا گیا۔

سات سو مسلمانوں کے مقابلے میں تین ہزار کافروں کی فوج تھی' لیکن جب

Marfat.com

جنگ شروع ہوئی تو مسلمان، کافروں کو دباتے چلے گئے۔ جو کافر بھی لڑنے کے لیے آیا مسلمانوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ یہاں تک کہ کافر لڑائی کے میدان سے بھاگنے لگے۔

ایک غلطی

جب کافروں نے میدان سے بھاگنا شروع کیا۔ تو درے پر پہرہ دینے والے تیر اندازوں نے یہ خیال کیا کہ کافر ہار گئے اور لڑائی ختم ہو گئی۔ یہ خیال کر کے انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور بھاگنے والے کافروں کا چھوڑا ہوا سامان اکٹھا کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں بہت روکا، لیکن تھوڑے ہی تیر اندازوں نے ان کا حکم مانا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جگہ نہ چھوڑی اور کافروں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

جنگ احد میں خالد بن ولید کافر سواروں کے ایک دستے کے سردار تھے۔ وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے اور اپنے ساتھی کافروں کی طرح مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانا چاہتے تھے، انہوں نے یہ جو دیکھا کہ مسلمان تیر انداز پہاڑ کے درے سے ہٹ گئے ہیں، تو وہ چکر کاٹ کر پہاڑ کے دوسری طرف پہنچ گئے اور درے سے گزر کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے ان ساتھیوں نے جنہوں نے ان کا حکم مانا تھا کافروں کو روکنے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہوئے۔

اچانک حملے سے مسلمان گھبرا گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے اور یوں لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ بھاگنے والے کافر رک گئے اور مسلمانوں کو قتل کرنے لگے۔

درے سے ہٹ جانے والے تیر اندازوں کی غلطی کی وجہ سے ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہو گئے۔ آپؐ کو ایک زخم ابن قمہ نامی کافر کی تلوار سے لگا۔ اس نے تلوار ماری تو خود (لوہے کی ٹوپی جو لڑائی میں پہنی جاتی ہے) کی کڑیاں مبارک چہرے میں گڑ گئیں۔ دوسرا زخم عتبہ بن ابی وقاص کے

Marfat.com

پھینکے ہوئے پتھر سے لگا اور آپ کا ایک دانت شہید ہو گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق آپؐ کے دو دانت شہید ہوئے۔

اب اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہار جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا' لیکن پھر مسلمانوں نے اپنی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھال لیا اور کافر انہیں مکمل طور پر شکست نہ دے سکے۔ مسلمان ایک بار پھر مقابلہ کرنے لگے' تو وہ لڑائی کے میدان سے بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ خوف پیدا کر دیا کہ مسلمانوں کی مدد کے لیے مدینہ سے فوج آ رہی ہے۔

ابوسفیان نے بھاگتے بھاگتے یہ شیخی بگھاری کہ ہم اگلے سال اسی موسم میں پھر حملہ کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کو یہ دیکھنے کے لیے ان کے پیچھے بھیجا کہ میدان جنگ سے بھاگ کر کافر مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے اور جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لڑائی کے میدان سے لوٹ آئے۔

اس جنگ میں ستر اور اسی کے درمیان مسلمان شہید ہوئے۔ جو کافر قتل ہوئے ان کی تعداد تیئس یا چوبیس تھی۔ شہید ہونے والے مسلمانوں میں عرب کے مشہور بہادر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب بھی تھے۔

مسلمانوں کو یہ بھاری نقصان صرف اس وجہ سے اٹھانا پڑا کہ درے پر پہرہ دینے والے تیر اندازوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت بھلا دی تھی۔ اس واقعے سے ہمیں آج بھی یہ سبق ملتا ہے کہ جو فوج اپنے سالار کا حکم نہیں مانتی وہ جیتی ہوئی لڑائی ہار جاتی ہے۔ اسی طرح جو لوگ اپنے نبیؐ کی نصیحتوں پر عمل نہیں کرتے' انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔

Marfat.com

کچھ رنج بھرے واقعات

جنگ احد میں جو نقصان ہوا تھا اس کی وجہ سے تمام مسلمان بہت رنجیدہ تھے۔ اس جنگ کے بعد بھی کچھ اور رنج بھرے واقعات ہوئے۔ کافروں کی دھوکہ بازی کی وجہ سے بہت سے ایسے مسلمان شہید ہو گئے جنہوں نے بہت شوق سے قرآن پاک حفظ کیا تھا اور دین کی باتیں سیکھی تھیں۔ ان مسلمانوں کا شہید کر دیا جانا ایسا نقصان تھا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی رنج ہوا۔

صفر ۴ ہجری میں علاقہ نجد کے کچھ سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ ایسے آدمی بھیج دیجئے جو ہمارے علاقے کے لوگوں کو مسلمان ہونے کا طریقہ بتائیں اور دین کی باتیں سکھائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست مان لی اور ان کے ساتھ ستر صحابہ کو بھیج دیا۔ یہ صحابہ تو یہ سوچ کر ان کے ساتھ گئے تھے کہ اللہ کے بندوں کو سچے دین اسلام کی باتیں سکھائیں گے، لیکن انہیں ساتھ لے جانے والوں کا ارادہ کچھ اور ہی تھا۔ انہوں نے کئی قبیلوں کے آدمیوں کو اکٹھا کر رکھا تھا اور ان سے کہا تھا جب ہم مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائیں تو حملہ کر کے انہیں قتل کر دینا' چنانچہ جب صحابہؓ ان کے ٹھکانے پر پہنچ گئے' تو اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا اور انہوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر کر شہید کر دیا۔

ان ستر مسلمانوں نے حملہ کرنے والے کافروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا' لیکن کافر تعداد میں اتنے زیادہ تھے کہ مسلمان اپنی جانیں نہ بچا سکے۔ سب اللہ کے دین پر قربان ہو گئے۔

اسی طرح قبیلہ بنو ہزیل کے کچھ سردار صرف دھوکہ دینے کے لیے مسلمان ہو

Marfat.com

گئے اور انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ دین کی باتیں سکھانے کے لیے کچھ آدمیوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ حضورؐ نے دس صحابہؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ نجد کے کافروں کی طرح بنی ہزیل نے بھی دھوکہ کیا۔ دو سو آدمیوں نے ان دس مسلمانوں کو گھیر لیا اور آٹھ کو شہید کر دیا۔ ان میں سے دو: حضرت خبیبؓ بن عدی اور حضرت زیدؓ بن الدثنہ ایک ٹیلے پر چڑھ کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے اور کافروں نے یہ وعدہ کر کے انہیں بھی گرفتار کر لیا کہ نیچے اتر آؤ گے، تو بالکل نقصان نہ پہنچائیں گے۔ اس زمانے میں کافر عرب بھی وعدہ کر لیتے تھے، تو ضرور پورا کرتے تھے، لیکن بنو ہزیل اپنے وعدے سے پھر گئے۔ دونوں کو قریش مکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور انہوں نے ان دونوں کو بہت بیدردی سے شہید کر دیا۔

یہودیوں کی شرارت

مدینہ کے یہودیوں میں کچھ ایسے بھی تھے جن کے دل میں کچھ نہ کچھ ایمان تھا۔ انہیں تو اس بات پر فوراً یقین آ گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ کے پیغمبر ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے، لیکن جو اپنے مذہب کو بھی بالکل چھوڑ چکے تھے اور برائی کی زندگی گزار رہے تھے وہ مسلمانوں کی دشمنی میں اور برے بن گئے اور اس تاک میں رہنے لگے کہ موقع ملے تو انہیں کوئی نقصان پہنچائیں۔

احد کی جنگ میں کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچا تھا۔ اس سے ان شریر یہودیوں نے یہ اندازہ لگایا کہ مسلمان اب مکہ کے قریش کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور قریش نے اگر پھر حملہ کیا تو سارے مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ جنگ احد کے کچھ ہی دن بعد دوستی کے اس سمجھوتے کی آزمائش کا موقع پیدا ہو گیا جو مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہوا تھا۔ ہوا یہ کہ ایک مسلمان حضرت عمیر بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے قبیلہ بنو عامر کے دو

Marfat.com

آدمیوں کو قتل کر دیا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں شامل تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین سکھانے کے لیے کافروں کے ساتھ بھیجا تھا۔ وہ کسی طرح اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ وہ جب مدینہ کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں انہیں بنو عامر کے دو آدمی مل گئے اور غصے میں انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اس قبیلے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن کا سمجھوتہ کیا تھا۔ اس کے سردار کو اپنے دو آدمیوں کا قتل ہونے کا حال معلوم ہوا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ان دونوں آدمیوں کا خون بہا ادا کیا جائے اور رسولؐ اللہ نے یہ بات مان لی۔

اس زمانے میں کوئی آدمی قتل کر دیا جاتا تھا' تو اس کے قاتل' یعنی قتل کرنے والے سے بدلہ لینے کے دو طریقے تھے۔ ایک تو یہ کہ قاتل کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ دوسرا یہ کہ قاتل' مقتول' یعنی قتل ہونے والے کے رشتہ داروں کو روپیہ دے دیتا تھا' اسے خون بہا یا دیت کہتے تھے۔

میثاق مدینہ' یعنی مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہونے والے سمجھوتے میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کسی کا خون بہا دینا پڑے گا' تو یہ روپیہ مسلمان اور یہودی دونوں فریق مل کر ادا کریں گے' چنانچہ اس سمجھوتے کے مطابق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے قبیلے بنونضیر سے کہا کہ وہ خون بہا ادا کرنے کے لیے اپنے حصے کا روپیہ دے دیں۔

یہودیوں نے ظاہری طور پر یہ بات مان لی' لیکن آپس میں یہ مشورہ کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روپیہ لینے کے لیے آئیں' تو چھت کے اوپر سے بھاری پتھر گرا کر آپؐ کو شہید کر دیا جائے۔ اپنے اس برے ارادے پر عمل کرنے کے لیے انہوں نے سارا انتظام بھی کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص جگہ بیٹھنے

Marfat.com

کو کہا اور اپنے ایک آدمی عمرو بن جحاش کو چھت پر چڑھا دیا کہ وہ آپؐ کے اوپر پتھر گرا دے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کے اس برے ارادے کے بارے میں بتا دیا اور آپؐ اس جگہ سے اٹھ گئے جس جگہ بٹھا کر یہودی اوپر سے پتھر گرانا چاہتے تھے۔

یہودیوں کا یہ گناہ ظاہر ہو گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے محلے پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا اور مسلمانوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تقریباً پندرہ دن تو یہودی بہت اکڑ دکھاتے رہے، لیکن پھر ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ ہم نے غلطی کی ہے اور ہم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں مدینہ سے چلے جانے کی اجازت دے دی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ سے چلے جانے کی اجازت دے دی اور حکم دیا کہ وہ ہتھیار اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور گھر بار کا سامان بھی صرف اتنا اپنے ساتھ لے جائیں جو ایک اونٹ پر لادا جا سکتا ہے۔ یہودیوں نے ایسا ہی کیا اور ان میں سے کچھ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے اور کچھ ملک شام چلے گئے۔

بنو نضیر کی طرح یہودیوں کے دوسرے قبیلوں نے بھی مسلمانوں کو ستانا شروع کر دیا۔ ان کی دشمنی کی اصل وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لے آنے سے ان کی چودھراہٹ ختم ہو گئی تھی اور وہ پہلے کی طرح کمزوروں کو ستا بھی نہ سکتے تھے۔ نہ روپیہ سود پر دے کر غریبوں کو لوٹ سکتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے حالت یہ تھی کہ اوس اور خزرج دونوں قبیلے آپس میں لڑتے رہتے تھے، آپس کی اس لڑائی نے ان دونوں ہی کو اتنا کمزور کر دیا تھا کہ وہ یہودیوں کی بے انصافی اور ظلم کے خلاف آواز بھی نہ نکال سکتے تھے۔ یہودی ان کے ساتھ برے سے برا سلوک کرتے تھے اور اپنی کمزوری کی وجہ

Marfat.com

سے وہ ان کا ہر ظلم چپ چاپ سہتے تھے۔

یہ دونوں قبیلے مسلمان ہو گئے تو اسلام کی برکت سے ان کی کمزوری دور ہو گئی اور یہودیوں کے لیے انہیں ناحق ستانے اور ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کا کوئی موقع نہ رہا اور اس وجہ سے وہ اس کوشش میں لگ گئے کہ مسلمانوں کی جو حکومت قائم ہو گئی ہے اور انہوں نے جو طاقت حاصل کر لی ہے اس کا خاتمہ ہو جائے اور پہلے کی طرح انہیں لوٹنے لگیں۔

دوستی کا معاہدہ توڑنے کے علاوہ یہودیوں نے ایک حرکت یہ کی کہ مکہ کے قریش سے گٹھ جوڑ کر لیا اور انہیں یقین دلایا کہ اگر تم لوگ اب مدینہ پر حملہ کرو، تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہودیوں کے تین سردار سلام بن الحقیق، حی بن اخطب اور کنانہ بن الربیع مکہ جاکر ابوسفیان سے ملے اور اس بات پر زور دیا کہ جتنی جلدی ہو سکے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کا خاتمہ کر دو۔

مکہ کے کافر تو پہلے ہی سے لڑائی کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ ان یہودی سرداروں کے آنے سے ان کی ہمت اور بڑھی اور انہوں نے اور بھی زور و شور سے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ لڑائی کا سامان اکٹھا کرنے کے علاوہ انہوں نے اس بار یہ کوشش بھی کہ مکہ شہر کے آس پاس جو قبیلے رہتے ہیں انہیں بھی اپنے ساتھ ملا لیں اور پھر سب مل کر مدینہ پر حملہ کریں۔ اس کوشش میں انہیں کامیابی بھی حاصل ہوئی اور قبیلہ غطفان، بنو اسد، بنو سلیم اور بنو سعد ان کے ساتھ مل گئے۔ یہودیوں نے پہلے ہی یہ وعدہ کر لیا تھا کہ اگر تم مدینہ پر چڑھائی کر دو گے، تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔

Marfat.com

جنگ احزاب

مکہ کے کافروں نے جب اس طرح خوب تیاری کر لی تو شوال سن ۵ ہجری میں ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق اس لشکر کی تعداد دس ہزار اور ایک اور روایت کے مطابق چوبیس ہزار تھی۔ ابوسفیان اس کا سردار تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کافروں کی تیاریوں کی خبریں ملتی رہتی تھیں۔ جب آپؐ کو یہ معلوم ہوا کہ کافروں کا لشکر مدینہ کی طرف روانہ ہونے والا ہے' تو آپؐ نے صحابہ کو اکٹھا کر کے جنگ کے بارے میں مشورہ کیا اور اس بار یہ فیصلہ ہوا کہ شہر کے اندر رہ کر کافروں سے مقابلہ کیا جائے۔

اس وقت مدینہ شہر کا نقشہ کچھ یوں تھا کہ اس کے تین پہلو پہاڑیوں' باغوں اور مضبوط مکانوں کی وجہ سے محفوظ تھے' دشمن کی فوج آسانی سے شہر کے اندر نہ آ سکتی تھی' البتہ ایک طرف کوئی رکاوٹ نہ تھی' دشمن فوج بالکل آسانی سے شہر کے اندر داخل ہو سکتی تھی۔

جب اس حصے کی حفاظت پر بات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اس طرف خوب گہری اور خوب چوڑی خندق کھود لی جائے۔ انہوں نے کہا میرے وطن ایران میں شہروں کی حفاظت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ خندق کی وجہ سے دشمن فوج کے گھوڑے اور لڑنے والے سپاہی آسانی سے داخل نہیں ہو سکتے۔

ایران کا ایک نام فارس بھی ہے۔ حضرت سلمانؓ فارس ہی کے رہنے والے تھے' اسی لیے انہیں سلمانؓ فارسی کہا جاتا ہے۔ ان کی یہ بات سب کو پسند آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے جلدی خندق تیار کرنے کا حکم دے دیا۔ آپؐ

Marfat.com

نے خندق کھودنے کا انتظام اس طرح کیا کہ دس دس آدمیوں کی ٹولیاں بنا کر ان سے فرمایا ہر ٹولی چالیس ہاتھ لمبی خندق تیار کرے اور تمام صحابہؓ نے اس فیصلے کے مطابق کام شروع کر دیا۔ اس خندق کی کل لمبائی پانچ ہزار ہاتھ۔ چوڑائی نو ہاتھ سے کچھ اوپر اور گہرائی سات ہاتھ سے دس ہاتھ تھی' اس زمانے میں چیزیں ہاتھ سے بھی ناپی جاتی تھیں اور انگلیوں کی پوروں سے لے کر کہنی تک ایک ہاتھ مانا جاتا تھا۔

تین ہزار صحابہؓ نے یہ کام بیس دن میں مکمل کیا اور اس حالت میں کہ انہیں روکھی سوکھی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ ملتی تھی' بلکہ کئی کئی وقت فاقہ کرنا پڑتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ کمر سے لگ جاتا تھا تو صحابہؓ اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حال تھا۔ ایک دن ایک صحابی نے اپنے پیٹ پر بندھا ہوا پتھر دکھایا' تو حضورؐ نے دکھایا کہ آپؐ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔

بھوک پیاس میں صحابہؓ کا ساتھ دینے کے علاوہ حضورؐ نے سب کے ساتھ خندق کھودنے کا کام بھی کیا' بلکہ یہ کام آپؐ نے دوسروں سے زیادہ کیا۔ جب کوئی مشکل پیش آتی تھی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی دور فرماتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ایک بہت بڑا پتھر درمیان میں آگیا۔ صحابہؓ نے وہ پتھر توڑنے کی بہت کوشش کی' لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ مجبور ہو کر انہوں نے یہ بات حضورؐ کو بتائی اور یہ پتھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے توڑا۔ آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر تین دفعہ کدال ماری تو پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس موقع پر آپؐ نے صحابہؓ کو یہ اچھی خبر سنائی کہ کچھ ہی دن بعد مسلمان ایران فتح کرلیں گے۔

یہ زمانہ مسلمانوں کے لیے بہت ہی پریشانی کا تھا۔ یہودیوں اور مکہ کے کافروں کے علاوہ عیسائی بھی مسلمانوں کے مخالف بن گئے تھے۔ اور ان کے کئی قبیلے اس فوج

Marfat.com

میں شامل تھے جو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئی تھی۔ گویا پورا عرب مسلمانوں کا دشمن بن گیا تھا۔ کافروں کی بہت بڑی فوج کے مقابلے میں لڑنے کے قابل مسلمانوں کی تعداد کل تین ہزار تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے لڑنے کے لیے انہی کو تیار کیا اور خندق کے مختلف حصوں پر مجاہدوں کو مقرر کر دیا کہ اگر کافر خندق پار کرنے کی کوشش کریں تو انہیں روکیں۔

کافروں کی ٹڈی دل فوج نے مدینہ کو گھیر لیا اور ان کے مشہور بہادر کوشش کرنے لگے کہ خندق پار کر کے دوسری طرف پہنچ جائیں' لیکن اس کوشش میں کامیاب نہ ہوئے۔ وہ خندق کے پاس آ کر تیر برساتے اور شرمندہ ہو کر لوٹ جاتے۔ تقریباً ایک مہینہ اسی طرح گزر گیا۔ آخر ایک دن کافروں کی فوج کے چار شہسوار ایک ایسی جگہ سے خندق پار کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کسی قدر کم چوڑی تھی۔ جن سواروں نے خندق پار کی ان کے نام یہ ہیں: عمرو بن عبدود' نوفل بن مغیرہ' ضرار اور جبیرہ۔ ان میں عمرو بن عبدود اتنا بہادر تھا کہ اسے ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

خندق کے اس طرف آ کر اس نے غرور بھری آواز میں کہا۔ "کون ہے جو میرے مقابلے پر آئے؟"

اس کی یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آئے۔ عمرو بن عبدود نے کہا: بھتیجے' کیوں اپنی جان کے دشمن بنے ہو' تمہارے باپ ابوطالب نے مجھ پر احسان کیا تھا اس لیے میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' لیکن میں تجھ سے لڑنا چاہتا ہوں' کیونکہ تو اللہ کا دشمن ہے۔

یہ سن کر عمرو بن عبدود غصے میں بھر گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ دونوں کچھ دیر لڑتے رہے اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسی پھرتی اور طاقت سے حملہ کیا کہ تلوار کے ایک ہی وار سے عمرو کا خاتمہ کر دیا۔

Marfat.com

اپنے اتنے بڑے بہادر کا یہ انجام دیکھ کر باقی تینوں سواروں نے بھاگنے کی کوشش کی۔ ان میں سے نوفل بن مغیرہ بھی مارا گیا۔ باقی دونوں بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ خندق پار کر کے مسلمانوں پر حملہ کرتا۔

کافروں پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ جانے کے علاوہ غیب سے یہ مدد ہوئی کہ کافروں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اس کے علاوہ ایک دن ایسی زور کی آندھی اٹھی کہ کافروں کے خیمے اکھڑ گئے۔ ان کے جانور رسے توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور سارا سامان بکھر گیا۔ اس خوفناک آندھی کی وجہ سے جب ان کی یہ حالت ہوئی تو وہ سمجھے یہ طوفان ضرور مسلمانوں کی بددعاؤں کی وجہ سے آیا ہے۔ انہوں نے اپنا بچا کھچا سامان سمیٹا اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ دوسرے دن مسلمانوں نے دیکھا کہ کافر جا چکے تھے۔

آندھیاں اور طوفان آتے ہی رہتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آندھی واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے چلائی تھی۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے ایمان والو، اللہ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر ہوا، جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے۔ پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجا جسے تم نے نہیں دیکھا اور جو تم کر رہے تھے اللہ دیکھ رہا تھا۔" (سورہ الاحزاب آیت نمبر۹)

اسی سورہ میں ایک اور جگہ فرمایا:

"اور اللہ نے کافروں کو غصے میں بھرا ہوا لوٹایا۔ ان کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ اور اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اپنے ذمے لے لی اور اللہ طاقتور غالب ہے۔ اور جن اہل کتاب (یہودیوں اور عیسائیوں) نے ان کی مدد کی تھی انہیں ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا۔ کچھ کو تم قتل کرنے لگے اور ان کو قیدی بنا لیا۔ اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا تمہیں مالک بنا دیا اور اس

Marfat.com

زمین کا جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔" (سورہ الاحزاب' آیات نمبر ۲۵ تا ۲۷)

قرآن مجید کی ان آیتوں سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو جو کامیابی حاصل ہوئی وہ اللہ تعالٰی کی رحمت ہی سے حاصل ہوئی۔ اس سے پہلے جنگ بدر اور جنگ احد میں بھی اسی طرح مسلمانوں کو غیب سے مدد ملی تھی۔ ان دونوں جنگوں میں بھی مسلمانوں کی تعداد کافروں سے بالکل کم تھی۔ مسلمانوں کے پاس لڑائی کا پورا سامان بھی نہ تھا' لیکن جب لڑائی ہوئی تو مسلمان جیت گئے اور کافر ہار گئے۔ اور یہ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالٰی نے ان کی مدد فرمائی۔

اس بات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جو لوگ اللہ پر پکا بھروسہ کریں اور وہ حق اور انصاف پر بھی ہوں' تو اللہ تعالٰی غیب سے ان کی مدد کرتا ہے۔ ہاں اس سلسلے میں ایک یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی کوششوں میں کسر نہ چھوڑیں جیسا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ جنگ کی تیاری بھی کی اور خود جنگ میں حصہ بھی لیا۔ ہمیں چاہیے کہ حضورؐ کے طریقے کو اپنائیں۔ ایسا کریں تو ہمیں بھی کوئی نہ ہرا سکے گا' چاہے دشمنوں کی تعداد اور طاقت کتنی بھی زیادہ کیوں نہ ہو۔

Marfat.com

٨

کافروں کا انجام

Marfat.com

Marfat.com

مکہ کے کافر لوٹ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا جنھوں نے جنگ کے دنوں میں دوستی کا معاہدہ توڑ کر مکہ کے کافروں کا ساتھ دیا تھا۔ ان میں یہودیوں کا ایک بڑا قبیلہ بنو قریظہ بھی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو سالار بنا کر ایک لشکر اس قبیلے کو سزا دینے کے لیے بھیجا۔ ان یہودیوں نے بہت غرور دکھایا۔ الٹی سیدھی باتیں کیں' یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی تک کی' لیکن جلد ہی ان کا غرور خاک میں ملا دیا گیا۔ اور انہیں پوری پوری سزا دی گئی۔

یہی حال دوسرے قبیلوں کا ہوا۔ سب یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا گیا اور کچھ ہی دن میں ہر طرف امن امان ہو گیا۔ خاص مدینہ میں مسلمانوں کا ایسا ایک بھی دشمن نہ رہا جو کوئی بڑا نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو۔

صلح حدیبیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے مدینہ آئے ہوئے چھ برس ہو چکے تھے اور ان چھ برسوں میں آپؐ حج نہ کر سکے تھے۔ حضورؐ کی خواہش تھی کہ مکہ جا کر حج کا فرض ادا کریں' لیکن کافروں نے ایسے لڑائی جھگڑے شروع کر دیئے تھے کہ مکہ جانے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔

شوال سن ۶ ہجری میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ کعبہ شریف کا طواف کر رہے ہیں۔ یہ خواب دیکھا' تو آپؐ نے عمرہ' یعنی چھوٹا حج کرنے کا ارادہ کر لیا' کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اشارہ تھا کہ آپؐ حج

Marfat.com

کے لیے تشریف لے جائیں۔

صحابہؓ کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے کا حال معلوم ہوا' تو انہوں نے بھی ساتھ جانے کی تیاری شروع کر دی اور جب سفر کا سارا سامان ٹھیک ہو گیا' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذیعقدہ کے مہینے میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے' چودہ سو صحابہؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔

ادھر جب مکہ کے کافروں کو یہ بات معلوم ہوئی' تو وہ جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ حضورؐ کو بھی ان کے ارادے کا پتہ چل گیا۔ سفر جاری رکھنے کے بجائے آپ حدیبیہ نامی مقام پر رک گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر مکہ بھیجا کہ ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے' بلکہ عمرہ ادا کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔

حدیبیہ اصل میں ایک کنویں کا نام تھا اور اسی وجہ سے اس جگہ کا نام حدیبیہ مشہور ہو گیا تھا۔

حضرت عثمانؓ مکہ پہنچے اور قریش کو آپؐ کا پیغام پہنچایا۔ قریش نے ان سے کہا کہ تمہارا جی چاہے تو تم کعبہ کا طواف کر لو۔ عثمانؓ نے کہا جب تک رسولؐ طواف نہ کریں میں بھی طواف نہیں کرتا۔ اسی پر قریش نے عثمانؓ کو روک لیا۔ رسول اللہؐ اور مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہؓ سے فرمایا: "میرے ہاتھ پر اس بات کے لیے بیعت کرو کہ عثمانؓ کے خون کا بدلہ لو گے اور اس کوشش میں اپنی جانیں دے دو گے۔"

بیعت کرنا عربی زبان میں اس پکے وعدے کو کہتے ہیں جو اللہ کو گواہ بنا کر کیا جائے۔ سب صحابہؓ نے وعدہ کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بیعت کی۔

Marfat.com

صلح کی بات چیت

صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جو بیعت کی تھی اسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اس بیعت کے بعد گویا یہ بات پکی ہو گئی تھی کہ اب کافروں سے جنگ ہو گی، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور یہ خبر غلط ثابت ہو گئی کہ کافروں نے انہیں شہید کر دیا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی مکہ کے کافروں نے اپنے ایک مشہور ہوشیار آدمی سہیل بن عمرو کو صلح کی بات چیت کرنے کے لیے بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو لڑنے کے لیے آئے ہی نہ تھے۔ آپؐ نے یہ بات مان لی کہ مکہ کے قریش اور مسلمان صلح صفائی سے رہیں۔ صلح کی یہ شرطیں مانی گئیں:

۱۔ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر اسی جگہ سے واپس لوٹ جائیں گے۔ اگلے سال عمرہ کرنے کی اجازت ہو گی، لیکن صرف تین دن مکہ میں رہ سکیں گے۔

۲۔ مسلمان اپنے ساتھ تلوار کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ لائیں گے اور وہ بھی نیاموں کے اندر رہیں گی۔

۳۔ جو مسلمان مکہ میں ہیں، ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ مدینہ نہ لے جائیں گے اور جو مسلمان مکہ میں رہنا چاہے اسے واپس مدینہ لے جانے پر مجبور نہ کریں گے۔

۴۔ اگر مکہ کا کوئی آدمی مدینہ چلا جائے گا، تو مسلمان اسے واپس مکہ بھیج دیں گے، لیکن اگر مدینہ سے کوئی مسلمان مکہ آ جائے تو، تو اسے واپس نہ بھیجا جائے گا۔

۵۔ عرب کے سب قبیلوں کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ مکہ کے قریش یا مسلمانوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا سمجھوتہ کر لیں۔

Marfat.com

۶۔ دس برس جنگ نہیں کریں گے' جو فریق معاہدہ توڑے گا اسے معاہدہ توڑنے کا ذمہ دار سمجھا جائے گا۔

یہ معاہدہ ایسا تھا کہ اس میں کافر فائدے میں نظر آتے تھے۔ صحابہؓ نے اس طرح دب کر صلح کرنے کو پسند نہ کیا' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مان لیا اور پھر صحابہؓ نے بھی اس پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا۔

مسلمان اب کافروں سے کمزور نہ تھے۔ جنگ خندق میں کافروں کی بہت بڑی فوج کو ہرا چکے تھے' لڑائی ہوتی' تو اس بار بھی جیت جاتے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کو پسند نہ فرماتے تھے۔ اس لیے آپؐ نے کافروں سے صلح کر لی تھی۔ بعد کے واقعات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا۔ صلح حدیبیہ سے اسلام کو بہت ترقی ہوئی۔

سرداروں اور بادشاہوں کے نام خط

حدیبیہ سے لوٹ کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے ملکوں کے بادشاہوں اور سرداروں کے نام تبلیغی خط بھیجے' یعنی یہ لکھا کہ میں اللہ کا آخری رسولؐ ہوں' مجھے رسولؐ مان کر مسلمان ہو جاؤ اور اللہ کے احکامات کے مطابق نیکی کی زندگی گزارو۔

جن لوگوں کے نام ایسے خط بھیجے گئے' ان کی تعداد ایک سو بتائی جاتی ہے۔ ان میں ایران کا بادشاہ خسرو پرویز' روم کا قیصر ہرقل' حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور مصر کا حاکم مقوقس شامل تھے۔ ان میں سے حبشہ' روم اور مصر کے عیسائی حاکموں نے تو ان صحابہؓ کی بہت عزت کی جو خط لے گئے تھے اور بہت شوق سے خط پڑھوائے' لیکن ایران کے آتش پرست (آگ کی پوجا کرنے والے) بادشاہ نے بہت غرور کیا اور حضورؐ کے خط کو پھاڑ کر پھینک دیا۔

Marfat.com

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی، تو آپؐ نے فرمایا۔ اس بادشاہ کی سلطنت اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی جس طرح اس نے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے اور یہی ہوا۔ مسلمانوں نے ایران کو فتح کر لیا اور خسرو پرویز کی اس بہت بڑی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا جسے وہ بہت مضبوط سمجھتا تھا۔

جنگ خیبر

دوستی کے سمجھوتے توڑ دینے والے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں لگے رہنے والے یہودی خیبر میں اکٹھے ہو گئے تھے۔ یہ بہت محفوظ مقام تھا۔ یہودیوں نے یہاں کئی مضبوط قلعے بنا لیے تھے جن کے اندر وہ نہایت اطمینان اور شان و شوکت سے رہتے تھے۔

اگر وہ خیبر میں امن چین سے رہتے تو مسلمان انہیں کبھی کچھ نہ کہتے، لیکن اپنی بری فطرت کی وجہ سے انہوں نے یہ اچھا طریقہ اختیار نہ کیا، پہلے کی طرح شرارتوں میں لگے رہے۔ انہوں نے سب سے بڑی شرارت یہ کی کہ ایک بار پھر مکہ کے کافروں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا اور انہیں اس بات پر اکساتے رہے کہ وہ مدینہ پر حملہ کر دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر خیبر بھیجا کہ اگر تم لوگ صلح صفائی اور امن سے رہو تو ہم تمہارے کسی کام میں دخل نہ دیں گے، اپنے کھیتوں، باغوں اور قلعوں کے تم ہی مالک رہو گے، لیکن یہودیوں کے تو برے دن آ گئے تھے۔ انہوں نے جنگ نہ کرنے اور دوست بن کر رہنے کا معاہدہ کرنے کے بجائے غرور بھری باتیں کیں اور جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا تھا۔ خیبر ایک ہرا بھرا اور محفوظ مقام تھا۔ یہ مدینہ منورہ سے ۱۸۴ کیلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ یہودیوں کے کھیتوں اور باغوں میں بہت اچھی فصلیں

Marfat.com

پیدا ہوتی تھیں۔ وہ بہت خوشحال تھے اور انہوں نے بہت سے مضبوط قلعے بنا لیے تھے۔ ان قلعوں کے اندر وہ بہت اطمینان سے رہتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ ان قلعوں کے اندر کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ خیبر کا مطلب ہی قلعہ ہے۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ یہودیوں کے بزرگ یہی زبان بولتے تھے۔ قموص' حصن الشق' حصن نطاة' حصن الوطیہ اور حصن الکتیبہ یہودیوں کے مشہور قلعے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج سمیت مدینہ سے خیبر تک کا فاصلہ اس طرح طے کیا کہ یہودیوں کو اس وقت آپؐ کے آنے کا حال معلوم ہوا جب آپؐ ان کے قلعوں کے بالکل پاس پہنچ گئے۔

بیان کیا جاتا ہے اسلامی لشکر رات کے وقت خیبر پہنچا یہودی اپنے گھروں میں غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ صحابہؓ نے مشورہ دیا اسی وقت دشمن پر حملہ کر دیا جائے' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات پسند نہ کی۔ دوسرے دن اس وقت لڑائی شروع ہوئی جب یہودی بھی لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

یہودیوں نے بڑی ہمت اور بہادری سے مقابلہ کیا' لیکن مسلمان مجاہدوں نے ایک ایک کر کے ان کے قلعے فتح کر لیے' بس قلعہ قموص فتح کرنے میں کچھ مشکل پیش آئی۔ یہ قلعہ یہودی سردار مرحب کا تھا۔ اس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ اکیلا ہزار سواروں کے برابر طاقت رکھتا ہے۔ اس کی مدد کے لیے یہودیوں کی بہت بڑی فوج قلعے کے اندر موجود تھی۔

یہ قلعہ فتح کرنے کے لیے کئی عظیم صحابہؓ نے کوشش کی لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ جب یہ صورت پیدا ہوئی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کل اسلامی فوج کا جھنڈا اسے دیا جائے گا جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ کو محبت ہے اور جس کے ذریعے یہ قلعہ فتح ہو گا۔"

Marfat.com

بیان کیا جاتا ہے ہر ایک صحابی کے دل میں یہ خواہش تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے' لیکن صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جھنڈا دیا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

مرحب بہت شان سے لڑائی کے میدان میں اترا۔ اس کے مقابلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نکلے۔ مرحب کو یقین تھا جو بھی اس سے لڑنے کے لیے آئے گا' وہ اس کا خاتمہ کر دے گا۔ میدان میں آ کر اس نے غرور بھرے نعرے مارے' لیکن جب لڑائی شروع ہوئی' تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ مرحب کے علاوہ شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک اور مشہور یہودی سردار حارث کو بھی قتل کیا اور اپنے سرداروں کا یہ حال دیکھ کر یہودی لڑائی کے میدان سے بھاگنے لگے۔

اس لڑائی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بہادری کا ایک اور خاص کام یہ کیا کہ قلعے کا بہت بھاری دروازہ ایک ہاتھ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ یہ دروازہ اتنا بھاری تھا کہ کئی آدمی مل کر مشکل سے اٹھا سکتے تھے۔ اس شاندار کامیابی کی وجہ ہی سے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو فاتح خیبر کہا جاتا ہے۔

یہ لڑائی بیس دن جاری رہی اور اس میں ترانوے یہودی مارے گئے۔ مسلمان صرف پندرہ شہید ہوئے۔

لڑائی میں ہار گئے' تو یہودیوں نے درخواست کی کہ ان کی زمینیں اور باغ انہی کے پاس رہنے دیئے جائیں۔ وہ آدھی پیداوار مدینہ بھیج دیا کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات منظور فرمالی۔

عمرہ

خیبر سے لوٹنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کا ارادہ

Marfat.com

فرمایا۔ ۲ ذیقعدہ سن ۷ ہجری کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ دو ہزار سے زیادہ صحابہؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ حدیبیہ پر پوری طرح عمل کیا۔ مسلمانوں کے پاس تلواروں کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ تھا اور وہ بھی نیاموں کے اندر تھیں۔

اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی معاہدے کے مطابق صرف تین دن مکہ میں رہے اور اس کے بعد مدینہ لوٹ آئے۔

مکہ وہ شہر تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔ یہ آپؐ کے باپ دادا کا وطن تھا اور اب خدا کے فضل سے آپؐ کے پاس اتنی فوجی طاقت تھی کہ شہر پر آسانی سے قبضہ کر سکتے تھے' لیکن آپؐ نے وعدے کی پابندی کی اور دنیا کو یہ سبق دیا کہ جو وعدہ کیا ہو اسے ہر حالت میں پورا کرنا چاہیے۔

سن ۷ ہجری ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اور بہت بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی کہ حضرت خالدؓ بن ولید' حضرت عمروؓ ابن العاص اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے۔ یہ تینوں عرب کے مانے ہوئے بہادر تھے۔ خاص طور پر خالدؓ بن ولید تو ایسے بہادر اور لڑاکا تھے' کہ نوجوانوں میں انہیں سب سے بڑھ کر مانا جاتا تھا۔ جنگ احد میں انہی نے پہاڑ کا چکر کاٹ کر اور درے سے گزر کر مسلمانوں پر حملہ کیا تھا اور سخت نقصان پہنچایا تھا۔

ان کے مسلمان ہونے سے سب کو دلی خوشی ہوئی اور انہوں نے آگے چل کر اسلام کی ترقی کے لیے شاندار کارنامے انجام دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سیف اللہ' یعنی اللہ کی تلوار کا خطاب دیا۔

جنگ موتہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور سرداروں کے نام جب تبلیغی

Marfat.com

خط بھیجے تھے، تو حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک خط بصریٰ کے حاکم شرجیل بن عمرو الغسانی کے نام بھی بھیجا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا شرجیل خط میں لکھی ہوئی بھلائی کی باتوں پر غور کرتا اور مسلمان ہو جاتا، لیکن اس نے یہ گناہ کیا کہ حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

عمرہ کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم شرجیل کو سزا دینے کا ارادہ فرمایا اور اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کر تین ہزار مجاہدوں کا لشکر روانہ کیا۔ یہ لشکر جمادی الاول سن ۸ ہجری کو مدینہ سے روانہ ہوا۔

اس موقع پر یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وہی ہیں جنہیں عکاظ کے میلے میں غلام بنا کر فروخت کیا گیا تھا اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اس زمانے میں غلاموں کو بھیڑ بکریوں جیسا سمجھا جاتا۔ آزاد ہونے کے بعد بھی ان کی عزت نہ کی جاتی تھی۔ ان مظلوموں کو یہ عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور اسلام کی برکت سے ملی کہ فوجوں کا سالار بنایا گیا، بلکہ بہت سے تو ملکوں کے بادشاہ بنے۔

شرجیل کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمان اپنے قتل کا بدلہ لینے کے لیے آ رہے ہیں، تو اس نے رومی شہنشاہ ہرقل سے مدد مانگی۔ خود بھی دوڑ دھوپ کی اور اس طرح تقریباً ایک لاکھ سپاہی اکٹھے کر لیے۔

یہ جنگ موتہ نامی مقام پر ہوئی جو مدینہ سے گیارہ سو کلومیٹر دور، اردن کے شہر کرک کے جنوب میں ہے۔ اسی لیے تاریخ میں اسے جنگ موتہ کہا جاتا ہے۔ تین ہزار اور ایک لاکھ میں کتنا فرق ہے اس کا اندازہ ننھے منے بچے بھی کر سکتے ہیں، لیکن مسلمان ذرا نہ گھبرائے اور بہت بہادری سے کافروں کے اس بہت بڑے لشکر کے مقابلے میں

Marfat.com

ڈٹ گئے۔

لشکر کی روانگی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ جعفرؓ بن ابی طالب سردار ہوں گے اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ سرداری کریں گے۔ اور وہ بھی شہادت کا درجہ پالیں تو پھر آپس میں مشورہ کر کے کسی کو فوج کا سالار بنا لیا جائے۔

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پہلے ہی یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ یہ تینوں شہید ہو جائیں گے' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت زیدؓ حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ تینوں بہت بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اور ان تینوں کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید کو لشکر کا سالار بنایا گیا۔

مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مسلمان انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے' لیکن وہ کم نہ ہوتے تھے۔ پھر بھی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایسی تدبیر کی کہ کافر بے حوصلہ ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کے کچھ مجاہدوں کو رات کے وقت لشکر سے دور بھیج دیا۔ صبح کے وقت یہ مجاہد لشکر میں شامل ہوئے تو کافر سمجھے مدینہ سے نئی فوج آ گئی اور وہ ڈر گئے۔ اور اسلامی لشکر کوئی بڑا نقصان اٹھائے بغیر مدینہ لوٹ آیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید کے اسی کارنامے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سیف اللہ کا خطاب دیا۔ کہا جاتا ہے اس جنگ میں لڑتے ہوئے ان کے ہاتھ سے آٹھ تلواریں ٹوٹیں۔

مکہ فتح ہو گیا

جنگ خندق اور جنگ خیبر کے بعد مسلمانوں کے دونوں بڑے دشمنوں' مکہ کے کافر قریش اور یہودیوں کا زور ٹوٹ گیا۔ ان میں سے کسی میں بھی ہمت نہ رہی کہ مسلمانوں کو ختم کرنے اور مدینہ پر حملہ کرنے کی بات زبان پر لائے' البتہ چپکے چپکے

Marfat.com

شرارتیں کرنے سے دونوں باز نہ آئے۔ یہودیوں نے ایک دو بار سامنے آ کر بھی شرارت کی اور انہیں فوراً ہی سزا دے دی گئی۔ یہی حال مکہ کے کافروں کا ہوا۔ ان کے ساتھ حدیبیہ میں سمجھوتہ ہو گیا تھا اور اس میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ نہ قریش مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور نہ قریش کو مسلمان کچھ کہیں گے، لیکن قریش کے دلوں میں جو خرابیاں چھپی ہوئی تھیں ان کی وجہ سے انہوں نے اس معاہدے پر پوری طرح عمل نہ کیا اور یہ بات ضروری ہو گئی کہ مکہ پر حملہ کر کے کافروں کا زور ہمیشہ کے لیے توڑ دیا جائے۔

یہ پوری بات اس طرح ہے کہ عرب کے دو قبیلوں بنی بکر اور بنی خزاعہ میں پرانے زمانے سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد بنی خزاعہ نے مسلمانوں سے دوستی کا معاہدہ کر لیا اور بنی بکر قریش کے ساتھی بن گئے۔

صلح حدیبیہ کی شرطوں میں سے ایک خاص شرط یہ بھی تھی کہ ان قبیلوں سے بھی صلح صفائی رکھی جائے گی جو دونوں فریقوں میں سے کسی کے ساتھی ہوں گے۔ اب ہوا یہ کہ ایک دن بنی بکر نے بنی خزاعہ پر حملہ کر کے ان کے کئی آدمیوں کو قتل کر دیا۔ مکہ کے کافروں نے اس حملے میں بنی بکر کا ساتھ دیا۔ وہ کعبہ شریف میں داخل ہو گئے تو وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔

بنی خزاعہ نے مدینہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو بکر اور مکہ کے قریش کی زیادتی کا حال بتایا اور مدد کی درخواست کی۔ مسلمانوں کے دوست قبیلے، بنو خزاعہ کو اس طرح نقصان پہنچانا حدیبیہ کے سمجھوتے کو توڑ دینا تھا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ کے پاس بھیجا اور ان سے کہا، ان تین باتوں میں سے ایک بات مان لو:

۱۔ بنو خزاعہ کے جو آدمی قتل کئے گئے ہیں ان کا خون بہا ادا کرو۔

Marfat.com

۲۔ بنو بکر سے اپنی دوستی ختم کر دو۔

۳۔ اعلان کر دو کہ حدیبیہ کا سمجھوتہ ختم ہو گیا۔

مکہ کے کافروں کے برے دن آ گئے تھے۔ انہوں نے شیخی میں آ کر جواب دیا۔ ’’ہمیں تیسری بات منظور ہے۔‘‘ انہوں نے یہ بات کہہ تو دی‘ لیکن انہیں فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے‘ چنانچہ ابوسفیان کو مدینہ بھیجا اور بہت کوشش کی کہ حدیبیہ کا سمجھوتہ باقی رہے‘ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سمجھوتہ نہ کیا۔

حدیبیہ کا معاہدہ خود مکہ کے کافروں قریش نے ختم کیا تھا اور اس کے بعد ضروری ہو گیا تھا کہ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دی جائے‘ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کرنے کی تیاری شروع کر دی اور یہ تیاری کچھ اس طرح کی کہ کافروں کو اس وقت تک کچھ معلوم نہ ہوا جب تک اسلامی لشکر مکہ کے قریب نہ پہنچ گیا۔

۱۰ رمضان ۸ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں دو ہزار مجاہد اس لشکر میں اور شامل ہو گئے اور یوں مجاہدوں کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی۔

مکہ کے قریب پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرالظہران نامی مقام پر رکنے کا حکم دیا اور صحابہؓ سے کہا سب اپنے اپنے خیموں کے سامنے آگ کے الاؤ جلائیں۔

ابوسفیان کو مسلمانوں کے آنے کی خبر ملی‘ تو وہ جاسوسی کے ارادے سے مسلمانوں کی لشکرگاہ کی طرف آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا اور سمجھایا کہ مسلمان ہو جائیں۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی

Marfat.com

اور وہ مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان سن ۸ ہجری کی ۲۱ تاریخ کو مکہ شہر میں داخل ہوئے۔ آپؐ نے حکم دیا کوئی شخص مکہ کے کسی آدمی پر ہاتھ نہ اٹھائے۔ جو شخص کعبہ شریف میں داخل ہو جائے' اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے یا ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے وہ امان میں ہے۔ سزا صرف اسے دی جائے جو ہتھیار لے کر لڑنے کے ارادے سے سامنے آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی سواری پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت عاجزی سے اپنا سر جھکا لیا تھا۔ اور آپؐ کی زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت تھی:

"حق آیا' باطل مٹ گیا اور باطل (جھوٹ) تو مٹنے کے لیے ہی تھا۔"

ایک اور روایت یہ ہے کہ آپؐ سورہ فتح کی تلاوت کر رہے تھے۔ آپؐ نے کعبہ شریف کے قریب پہنچ کر اپنی سواری روکی۔ اتر کر کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور وہ بت توڑنے کا حکم دیا جو کعبہ میں رکھ دیے گئے تھے۔ یہ کام حضرت علیؓ نے کیا۔ بتوں کی تعداد ۳۶۰ بتائی جاتی ہے۔ کافروں نے کعبہ شریف میں کچھ تصویریں بھی بنا دی تھیں۔ آپؐ نے انہیں بھی مٹانے کا حکم دیا۔

اللہ کا گھر بتوں سے پاک ہو گیا تو آپؐ باہر آ گئے اور دروازے کے پاس رک کر تقریر فرمائی جس میں لوگوں کو یہ بتایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام گروہوں کو شکست دی۔ پھر فرمایا جہالت کے زمانے کی رسموں میں سے صرف کعبہ کی حفاظت کرنے اور حاجیوں کو پانی پلانے کے عہدے باقی رہیں گے۔ آپؐ نے باپ دادا پر فخر کرنے اور اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ عزت

Marfat.com

والا سمجھنے سے منع کیا اور قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی'۔ تمام انسان ایک مرد (حضرت آدمؑ) اور ایک عورت (حضرت حواؑ) سے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ کے نزدیک اس کی عزت زیادہ ہے جو نیکی کے کام زیادہ کرتا ہے۔"

مکہ کے سارے ہی سردار کعبہ شریف کے سامنے اکٹھے ہو گئے تھے اور ڈر رہے تھے کہ نہ جانے اب ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔

تقریر ختم کرنے کے بعد آپؐ نے لوگوں سے پوچھا: "تم لوگ کیا خیال کرتے ہو' میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟" یہ سوال ان لوگوں سے کیا گیا تھا جنہوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھی مسلمانوں کو حد سے زیادہ ستایا تھا۔ شرم سے ان سب کے سر جھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: "اے سچے' اے امانتیں لوٹا دینے والے بھائی! ہم نے آپ کو ہمیشہ رحمدل اور مہربانی کرنے والا پایا ہے۔ آج بھی ہم یہی امید رکھتے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "آج تم پر کوئی الزام نہیں تم سب آزاد ہو۔ میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کرتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔"

جنگ حنین

شہر مکہ فتح کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ دن وہاں رہے اور پھر مدینہ لوٹنے کا ارادہ فرمایا' لیکن خبر ملی کہ کافروں کے دو طاقتور قبیلے: ہوازن اور ثقیف مکہ پر حملہ کرنے آ رہے ہیں۔ یہ قبیلے اس علاقے میں رہتے تھے جو مکہ اور طائف کے درمیان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو انہوں نے خیال کیا کہ اب ہماری بھی خیر نہیں اور مالک بن عوف کو اپنا سردار بنا کر جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

یہ خبر سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو جنگ کے لیے تیار ہونے کا

Marfat.com

حکم دیا اور تقریباً بارہ ہزار مجاہدوں کا لشکر لے کر حنین روانہ ہو گئے۔ اب مسلمانوں کی طاقت کافروں سے زیادہ تھی۔ اور اسی وجہ سے بعض لوگ یہ خیال کر رہے تھے کہ ہوازن اور ثقیف کو بالکل آسانی سے ہرا دیں گے۔ یہ بات اسلام کی تعلیم کے خلاف تھی۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ اپنی طاقت پر کبھی غرور نہیں کرنا چاہیے۔ سچا مسلمان وہ ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے تو فتح ہوتی ہے۔ انسان کا کام تو صرف کوشش کرنا ہے۔

مسلمانوں نے غرور کیا تو اس کی انہیں فوراً ہی سزا مل گئی۔ کافروں کی فوج کے سردار مالک بن عوف نے یہ ترکیب کی کہ اپنے تیر اندازوں کو اس تنگ پہاڑی گھاٹی کے دونوں طرف چھپا کر بٹھا دیا جس سے اسلامی لشکر گزرنے والا تھا اور جب مسلمان اس گھاٹی سے گزرنے لگے' تو کافر تیر اندازوں نے ان پر تیر برسانا شروع کر دیئے۔ اس اچانک حملے سے مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا۔ گبھرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری کی وجہ سے مسلمان سنبھل گئے اور یہ جنگ بھی جیت لی۔ ہوازن اور ثقیف کے بہت سے آدمی قیدی بنا لیے گئے اور بہت سا سامان ہاتھ آیا۔ شکست کھانے والے دشمن کا جو مال اسباب ہاتھ آتا ہے اسے مال غنیمت کہتے ہیں۔

ہوازن اور ثقیف کے بچے کھچے آدمی بھاگ کر طائف پہنچ گئے اور وہاں کے قبیلوں کو ساتھ ملا کر لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دشمن کو چاروں طرف سے گھیر لینے کو محاصرہ کرنا کہتے ہیں۔ یہ محاصرہ بیس دن جاری رہا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے اور اس کے کچھ ہی دن بعد ہوازن' ثقیف اور طائف میں رہنے والے قبیلوں کے ہزاروں آدمی مسلمان ہو گئے۔ مکہ میں رہنے والے قبیلے پہلے ہی

Marfat.com

مسلمان ہو گئے تھے۔ اب تو وہ منظر دکھائی دینے لگا جس کی طرف سورہ النصر میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"جب اللہ کی مدد اور فتح آ چکی اور (اے نبیؐ) آپؐ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ لیا' پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے گناہ بخشوائیے' بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کی یہ شاندار کامیابی اس بات کا پکا ثبوت ہے کہ برائی کے راستے پر چلنے والے لوگ کتنے بھی زیادہ اور کیسی بھی طاقت کیوں نہ رکھتے ہوں نیکی اور ایمانداری اپنانے والوں کو شکست نہیں دے سکتے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل اکیلے تھے۔ لوگ آپؐ کا مذاق اڑاتے تھے اور آپؐ کو (نعوذباللہ) دیوانہ تک کہتے تھے۔ اور اب اللہ کے فضل سے آپؐ پورے عرب کے مالک تھے۔

Marfat.com

٩

اسلامی کی برکتیں

Marfat.com

Marfat.com

آپ نے اس کتاب کے شروع میں یہ بات پڑھی تھی کہ ڈاکوؤں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کر دیا تھا۔ اس زمانے میں ایسے واقعات عام طور پر ہوا کرتے تھے۔ کسی غریب اور کسی کمزور آدمی کی نہ جان محفوظ تھی نہ عزت۔

جب ظالموں کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر دنیا میں بھیجا اور آپؐ کو حکم دیا کہ کفر اور شرک کا خاتمہ کرنے کے علاوہ اللہ کے بندوں کو ظالموں کے ظلم سے بچائیں۔ اللہ کا انکار کرنے کو کفر اور کسی کو اللہ جیسا سمجھنے کو شرک کہتے ہیں۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کے خاتمے اور ظلم کے خاتمے کی کوششوں میں جو تکلیفیں اٹھائیں ان کا حال بچے پڑھ چکے ہیں۔ یہ ساری تکلیفیں آپؐ نے یقیناً اسی لیے اٹھائی تھیں کہ یہ دنیا کفر اور ظلم سے پاک ہو جائے اور سب انسان سکھ چین کی زندگی گزارنے لگیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ "ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کی دیوار کے سائے میں بیٹھے تھے۔ میں نے کافروں کے ظلم کا حال بیان کیا' تو آپ نے فرمایا: "(اے خباب) اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کو پورا کرے گا' یہاں تک کہ ایک اکیلی عورت سونا اچھالتی ہوئی صنعا سے حضر موت تک سفر کرے گی اور اسے ڈاکوؤں کا خوف نہ ہو گا۔"

یہ حدیث' حدیثوں کی مشہور کتاب بخاری شریف میں درج ہے اور اسے

Marfat.com

سب صحیح مانتے ہیں۔

مکہ فتح ہونے کے بعد حضورؐ کے فرمانے کے مطابق امن اور انصاف کا وہی زمانہ آگیا۔ جو ظالم کمزوروں کو ستاتے تھے اور اللہ کا انکار کرتے تھے' ان میں سے بہت سے مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ بہت سوں نے مسلمان ہو کر نیکی کو اپنا لیا اور باقی بے حوصلہ ہو کر چھپ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دس برس میں دس لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی ایک ایسی مضبوط سلطنت قائم کر دی جس کی حدوں کے اندر بسنے والے مسلمانوں اور غیرمسلموں سب کے ساتھ انصاف ہوتا تھا اور کفر کے زمانے کی ساری برائیاں مٹ گئی تھیں۔

اس اسلامی حکومت میں جوا کھیلنے اور نشے کی چیزیں بنانے اور استعمال کرنے پر پابندی لگا دی گئی تھی۔ سود کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ کسی کمزور یا غریب کو ستا سکے۔ ان لونڈیوں اور غلاموں کو جنہیں بھیڑ بکریوں کی طرح سمجھا جاتا تھا' سب کے برابر بنا دیا گیا تھا۔ حکم تھا گھر والے جو خود کھائیں وہی اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو کھلائیں اور جو خود پہنیں وہی انہیں پہنائیں اور انہیں غلام کہہ کر نہ پکاریں' بلکہ اپنا بھائی سمجھیں۔

لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ عورتوں کے ساتھ مروت اور انصاف کا برتاؤ کریں۔ اپنے ماں باپ کا ادب کریں۔ علم حاصل کرنا عورتوں اور مردوں سب کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔ اپنا بدن اور کپڑے پاک رکھنے کی تاکید کی گئی۔ رات دن میں پانچ وقت اللہ تعالٰی کی عبادت کرنے' یعنی نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ غریبوں کی مدد اور بھلائی کے کاموں کے لیے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالنے کو ضروری بنا دیا گیا۔ بے انصافی اور ظلم کا خاتمہ کرنے کے لیے جہاد فرض ہوا' غرض برائی کی ہر نشانی کو مٹا دیا گیا اور نیکی اور پاکیزگی کی

Marfat.com

زندگی گزارنے کو آسان بنا دیا گیا۔

جنگ تبوک

یہ اتنی بڑی کامیابی تھی کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے حاصل نہ کی تھی اور نہ آپؐ کے بعد کوئی حاصل کر سکے گا۔ اسلام کی اس کامیابی اور برکتوں سے وہ لوگ تو بہت خوش تھے جو نیکی اور پاکیزگی سے پیار کرتے تھے' لیکن برائی کے راستے پر چلنے والے اور بھی ناراض ہو گئے تھے۔ وہ اس کوشش میں لگ گئے تھے کہ مسلمانوں کی ترقی رک جائے۔ اسلام اور مسلمانوں کے ان دشمنوں میں روم کا شہنشاہ ہرقل بھی تھا۔ اس نے یہ ارادہ کیا کہ مدینہ پر حملہ کر کے اسلامی سلطنت کا خاتمہ کر دے اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور سب باتوں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ قیصر کو مدینہ پر حملہ نہ کرنے دیا جائے' بلکہ آگے بڑھ کر اس کے علاقے ہی میں اسے روکا جائے۔

اس فیصلے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا اعلان فرما دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ جنگ کا سامان خریدنے کے لیے سب مسلمان چندہ دیں' چنانچہ سب مسلمانوں نے اپنی اپنی ہمت کے مطابق چندہ دیا اور جب جنگ کا سارا انتظام ہو گیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار مجاہدوں کا لشکر ساتھ لے کر رجب ۹ ہجری میں مدینہ سے روانہ ہوئے اور سفر کرتے ہوئے تبوک جا پہنچے۔ یہ مقام شام کے شہر دمشق اور مدینہ منورہ کے درمیان مدینہ سے سات سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور اب یہاں سعودی عرب کی فوجی چھاؤنی ہے۔

مسلمانوں نے یہ لمبا سفر سخت گرمی کے زمانے میں طے کیا' لیکن جب تبوک پہنچے' تو معلوم ہوا قیصر نے اپنی فوجوں کو پیچھے ہٹا لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں

Marfat.com

کچھ دن ٹھہرے اور پھر مدینہ تشریف لے آئے۔

قیصر کے اس طرح پیچھے ہٹ جانے سے یہ معلوم ہو گیا کہ اپنی طاقت پر غرور کرنے والے قیصر کے دل میں مسلمانوں کا ڈر بیٹھ گیا ہے۔ عربوں کو یہ عزت اسلام کی وجہ سے ملی تھی کہ قیصر جیسا شہنشاہ ان کا مقابلہ کرنے سے ڈر گیا تھا' ورنہ پہلے تو یہ حالت تھی کہ قیصر اور اس کے سردار عربوں کو اپنے غلاموں جیسا سمجھتے تھے۔

حجتہ الوداع

تبوک سے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے کا ارادہ فرمایا۔ صحابہؓ کو معلوم ہوا تو سب نے آپؐ کے ساتھ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ ذیعقدہ ۱۰ ہجری کی ۲۵ تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں بھی لوگ آپؐ کے ساتھ شامل ہوتے گئے اور اس طرح مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آپؐ کے ساتھ مکہ پہنچی۔

اس حج کو حجتہ الوداع اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری حج ہے اور اس کے کچھ دن بعد آپؐ دنیا سے تشریف لے گئے۔ حج کے دنوں ہی میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی تھی:

"آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور اسلام کو تمہارے لیے پسند کر لیا۔ (سورہ المائدہ' آیت۔۳)

قرآن پاک کی اس آیت سے بھی یہ اندازہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے وہ پورا ہو گیا۔

حج میں کعبہ شریف کا طواف کرنے' شیطانوں کو کنکریاں مارنے اور صفا اور مروہ نامی دو پہاڑیوں کے درمیان سعی کرنے' یعنی کندھے ہلاتے ہوئے کسی قدر تیز چلنے کے علاوہ خاص خاص مقامات پر نماز پڑھی جاتی ہے اور قربانی کی جاتی ہے۔ ان سب کاموں

Marfat.com

کو حج کے مناسک کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے مناسک ادا فرمائے اور ۹ ذی الحجہ ۱۰ ہجری کو آپؐ نے ظہر کی نماز سے پہلے عرفات کے میدان میں وہ مشہور خطبہ دیا جسے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے آزادی اور امن و انصاف کا عہد نامہ کہا جائے گا۔ عربی زبان میں تقریر کو خطبہ کہتے ہیں۔ یہ تقریر آپؐ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر کی۔ اس کی خاص باتیں یہ ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور باپ بھی ایک ہے۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک اس کی عزت زیادہ ہے جو نیک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی (کسی اور ملک کے رہنے والے) پر کسی قسم کی بڑائی حاصل نہیں سوائے نیکی کے۔"

آپؐ نے فرمایا: "تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ حق کے بغیر اپنے بھائی کا مال کھائے' ہاں اس کی رضامندی سے جائز ہے۔"

اس تقریر میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس جگہ تم سے دوبارہ مل سکوں گا۔ آخر میں سوال کیا: "کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا؟" سب نے اقرار کیا۔ آپؐ نے پھر یہ حکم دیا کہ جس نے اللہ کا پیغام سن لیا ہے وہ دوسروں تک پہنچا دے۔"

خطبہ ختم کرنے کے بعد آپؐ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا اور ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی ادا کی۔ نماز ادا کرنے کے بعد پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اس وقت بھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کیا۔

آخری سفر

حج کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۴ ذی الحجہ ۱۰ ہجری' ہفتے کے

Marfat.com

دن مدینہ منورہ پہنچے۔ اس سفر سے لوٹنے کے بعد آپؐ اپنا زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارنے لگے۔ کئی کئی دن مسجد میں ہی رہتے بس خاص ضرورتوں ہی کے لیے باہر آتے۔ اس طرح مسجد میں رہنے کو اعتکاف میں بیٹھنا کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ آپؐ قبرستان تشریف لے جاتے اور فاتحہ پڑھتے۔ مدینہ میں مسلمانوں کا جو قبرستان تھا' اسے جنت البقیع کہتے تھے۔

صفر ۱۱ ہجری کی ۲۸ تاریخ کو رات کے وقت آپؐ جنت البقیع تشریف لے گئے۔ صحابہؓ کی قبروں پر فاتحہ پڑھی اور دعائیں کرتے رہے۔ قبرستان سے لوٹے تو بخار ہو گیا اور یہی بخار آپؐ کے دنیا سے رخصت ہونے کا سبب بن گیا۔

جیش اسامہؓ

اس بیماری کے دوران ہی میں آپؐ نے تاکید فرمائی کہ ایک لشکر تیار کیا جائے۔ یہ حکم آپؐ نے اس لیے دیا کہ ملک شام کی طرف رہنے والے عیسائی مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے تیاری کر رہے تھے۔ ان عیسائیوں کو روم کے شہنشاہ کی حمایت حاصل تھی اور دراصل اسی وجہ سے وہ ایسی حرکتیں کرتے رہتے تھے۔

لشکر تیار ہو گیا تو آپؐ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس کا سالار بنایا۔ اس لشکر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وغیرہ سبھی صحابی شامل تھے۔

عام سوچ کے مطابق ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بڑی عمر اور بڑے درجے کے صحابہؓ میں سے کسی کو لشکر کا سالار بنایا جاتا' لیکن آپؐ نے نوجوان اسامہؓ کو اس لیے لشکر کا

Marfat.com

سالار بنایا کہ اسلام کی سلطنت قائم ہونے سے پہلے غلاموں سے جو نفرت کی جاتی تھی وہ ختم ہو جائے اور سب جان لیں کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو آپؐ نے اپنی دیکھ بھال کے لیے روک لیا۔

یہ لشکر ابھی مدینہ سے تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ آپؐ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی اور یہ خبر سن کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ بڑے صحابہ مدینہ لوٹ آئے۔

ہم یہ بات لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ صفر کے آخری دنوں میں بیمار ہوئے تھے۔ اس بیماری کے دوران میں بھی آپؐ اپنے کام اسی طرح کرتے رہتے۔ باقاعدہ مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے تھے اور قاعدے کے مطابق سب بیویوں کے گھر جاتے تھے' لیکن ربیع الاول کی پانچ تاریخ کو آپؐ کی طبیعت بہت ہی خراب ہو گئی اور سب کے مشورے سے آپؐ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں پہنچا دیا گیا۔ آپؐ کی یہ بیوی حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں اور آپؐ ان کو بہت چاہتے۔

بخار اور سر درد کی وجہ سے کمزوری اتنی بڑھ گئی تھی کہ اب مسجد میں آ کر نماز ادا کرنے میں بہت تکلیف ہوتی تھی۔ ۸ ربیع الاول کو آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور یہ آخری نماز تھی جس کی آپؐ نے امامت فرمائی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھایا کریں۔ ۹ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو آپؐ ایک بار اور مسجد میں تشریف لائے اور یہ نماز آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے برابر بیٹھ کر ادا کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی جگہ چھوڑ کر عام مسلمانوں کی صف میں جانا چاہا' لیکن آپؐ نے روک دیا۔

نماز کے بعد اسی جگہ بیٹھے بیٹھے آپؐ نے مختصر خطبہ دیا جس میں نصیحت کی بہت

Marfat.com

سی باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی کا کوئی حق میرے ذمے ہو تو وہ لے لے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری پیر کے دن آپؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے جسے گناہوں اور خرابیوں سے پاک کرنے کے لئے سخت تکلیفیں اٹھائی تھیں۔

سخت تکلیف کی حالت میں بھی آپؐ نے اپنی امت کے لوگوں کو دین کی اچھی باتوں پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ ان باتوں میں یہ بات خاص طور پر فرمائی کہ:

"میرے بعد قبر کو سجدہ گاہ نہ بنا لینا۔ یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو، وہ اسی لیے تباہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔"

اس وصیت میں آپؐ نے یہ تاکید بھی فرمائی کہ زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ سونا رکھا ہے وہ مستحق لوگوں کو دے دیا جائے۔ آپؐ نے عورتوں اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید بھی فرمائی۔ وفات کے وقت آپؐ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اختیار دیا تھا کہ اگر اس دنیا میں رہنا چاہیں تو رہیں، لیکن آپؐ نے اپنے رب کے دربار میں جانے کو پسند فرمایا۔ آپؐ کی خواہش کے مطابق آپؐ کو اسی حجرے میں دفن کیا گیا جس میں وفات پائی تھی۔ یہی وہ حجرہ ہے جو اب گنبد خضریٰ کہلاتا ہے۔

جو مسلمان حج کرنے کے لیے مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ وہ آپؐ کے روضے کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ بھی ضرور جاتے ہیں۔

Marfat.com

۱۰

رسول اللہ ﷺ کی شان

Marfat.com

Marfat.com

اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ ان مقدس آیتوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے واقعات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس دنیا اور اس دنیا کے علاوہ اگر اور دنیائیں بھی ہیں تو ان سب میں بسنے والی مخلوق میں اللہ کے بعد ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ سب سے زیادہ ہے۔

عام انسانوں کے علاوہ آپؐ تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق میں انسان کو سب کا سردار بنایا ہے۔ اور انسانوں میں سب کے سردار اور سب کے رہنما آپؐ ہیں۔ آپؐ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اب قیامت تک وہ تمام انسان آپؐ ہی کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلیں گے جو نیکی اور شرافت کے ساتھ زندگی گزارنے کی تمنا کرتے ہوں گے۔

انسانی زندگی میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے زیادہ اچھے اور سب سے زیادہ بڑے نہ ہوں۔ آپؐ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ سب سے زیادہ شریف اور نیک تھے۔ سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ طاقتور، سب سے زیادہ دوسروں کا بھلا چاہنے والے، سب سے زیادہ رحم دل اور سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ سب اچھائیاں اور سب بزرگیاں آپؐ پر ختم تھیں۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے چند واقعات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی عبادت

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی لمبی نفلیں پڑھتے تھے کہ آپ کے پیروں پر ورم آگیا تھا۔ صحابہؓ نے عرض کیا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب نماز کا وقت آتا تو آپؐ کا یہ حال ہو جاتا کہ جیسے کسی کو جانتے ہی نہیں۔ آپؐ اسی وقت اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو بھول جاتے تھے۔

روزہ بھی فرض عبادت ہے۔ رمضان کے روزے سبھی مسلمان رکھتے ہیں، لیکن ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے کے ان روزوں کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی روزے رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اس طرح متواتر و ناغہ کئے بغیر، روزے رکھتے تھے کہ ہمارا خیال ہوتا اس ماہ افطار ہی نہ فرمائیں گے۔ اور کبھی مسلسل افطار فرماتے کہ ہمارا خیال ہوتا اس ماہ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کئی اور صحابیوں نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ آپؐ ہر مہینے تین روزے ضرور رکھتے تھے۔

نماز اور روزے کی طرح جہاد، یعنی کافروں سے جنگ کرنا بھی فرض عبادت ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت کے مطابق ۲۵ اور دوسری روایت کے مطابق ۲۷ جنگوں میں حصہ لیا۔ آپؐ نے جن لڑائیوں میں خود حصہ لیا انہیں غزوات کہتے ہیں۔

Marfat.com

بہادری

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بہت سے واقعات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ بہت بہادر اور شجاع تھے۔ ۳ ہجری کا واقعہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ایک قبیلے کا سردار وعشور بن الحارث محاربی مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ ساڑھے چار سو آدمی ہیں۔ یہ خبر سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدوں کا لشکر لے کر اس کا حملہ روکنے کے لئے روانہ ہوئے' لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ وعشور نے آپؐ کے آنے کی خبر سنی تو بھاگ گیا۔

واپسی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر آرام کرنے کے لیے ایک درخت کے سائے میں لیٹ گئے اور اپنی تلوار درخت کی شاخ سے لٹکا دی۔ وعشور قریب ہی چھپا ہوا تھا۔ اس نے جو آپؐ کو درخت کے سائے میں تنہا لیٹے ہوئے دیکھا تو چپکے چپکے آکر آپؐ کی تلوار اتار لی اور کہنے لگا "اے محمدؐ" بتاؤ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟"

یہ بڑا نازک وقت تھا کہ دشمن ننگی تلوار ہاتھ میں لیے سر پر کھڑا تھا' لیکن آپؐ ذرا نہ گھبرائے' آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے اطمینان بھری آواز میں فرمایا۔

"میرا اللہ مجھے بچائے گا۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ جواب سن کر وعشور ایسا گھبرایا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپؐ نے تلوار اٹھا لی اور فرمایا: "اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟"

وعشور کیا جواب دیتا' کہنے لگا: "مجھے تو آپ ہی بچا سکتے ہیں۔" حضورؐ کو اس کی بے بسی پر رحم آگیا۔ فرمایا: "جاؤ تم آزاد ہو۔" اور آپؐ کی اس رحم دلی کا وعشور پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

غصے پر قابو پانا

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں مدینہ کے ان یہودیوں میں سے تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی باتیں سن کر یہ خیال کرنے لگے تھے کہ آپؐ واقعی اللہ کے رسول ہیں' لیکن مسلمان ہونے سے پہلے پوری طرح اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ میرا اندازہ ٹھیک بھی ہے یا نہیں۔

ایک بار ایسا ہوا کہ مسلمان ہو جانے والے ایک غریب بدو کی مدد کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے قرض لیا اور فرمایا۔ فلاں وقت کھجوروں کی شکل میں یہ رقم لوٹا دی جائے گی۔ جو وقت آپؐ نے مقرر کیا تھا' میں اس سے کچھ پہلے ہی آپؐ کے پاس گیا اور قرض ادا کرنے کا تقاضا کیا۔ آپؐ کی چادر کا کونہ پکڑ کر زور سے گھسیٹا اور کہا "تم میرا قرض کیوں ادا نہیں کرتے؟ خدا گواہ ہے عبدالمطلب کی اولاد بڑی ہی نادہند ہے۔"

اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابی آپؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ میری یہ بات سنی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے سے بے قابو ہو کر میری طرف بڑھے' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا: "عمرؓ تمہیں چاہیے تھا کہ مجھے قرض ادا کرنے کے لیے کہتے اور زید کو نرمی سے تقاضا کرنے کی تاکید کرتے۔ خیر اب جاؤ ان کا قرض ادا کر دو اور انہیں بیس صاع کھجوریں زیادہ دینا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ آپؐ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔

بچوں سے پیار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں کے ساتھ بہت ہی پیار تھا۔ حدیثوں کی مشہور کتاب "شمائل ترمذی" میں لکھا ہے:

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر بہت مہربانی فرماتے تھے' ان سے محبت کرتے تھے' پیار سے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور ان کے لیے بھلائی کی دعا فرماتے تھے۔

بچے آپؐ کے قریب آتے تو آپؐ انہیں گود میں اٹھا لیتے لیٹ ہوتے تو بچے کو اپنے پیروں پر بٹھا لیتے' کبھی چھاتی پر لٹا لیتے۔

اپنے نواسوں' یعنی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے بچوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے آپؐ کو بہت ہی محبت تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپؐ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت حسینؓ بچوں کی عادت کے مطابق آپؐ کی کمر پر بیٹھ گئے اور ان کے گر جانے کے خیال سے آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا۔

دوسرے بچوں کے ساتھ بھی آپؐ کو اتنی ہی محبت تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضورؐ کے خاص خادم تھے۔ جنگ تبوک کے موقع پر جب جنگ کے لیے چندہ اکٹھا کیا جا رہا تھا۔ ان کی والدہ صاحبہ نے یہ کہہ کر انہیں حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا کہ: "اے اللہ کے رسولؐ میرے پاس کوئی چیز نہیں جو چندے میں دے سکوں۔ میں اپنا یہ بیٹا آپؐ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں' اس وقت سے حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں دس برس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا اور اس عرصے میں آپؐ نے مجھے اف بھی نہ کہا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ حضورؐ کسی کام کے لیے کہتے اور میں کھیل میں لگا رہتا یا بھول جاتا' تو آپؐ کچھ دیر بعد مسکرا کر فرماتے۔ اب تو یہ کام کر دو۔

بچے بھی آپؐ سے بہت محبت کرتے تھے' آپؐ کو دیکھتے تو ہنستے مسکراتے آپؐ کے پاس آ جاتے اور آپؐ سب کو پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ کسی بچے کو دیکھتے تو اس کے سلام کرنے سے پہلے خود سلام کرتے۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ محبت صرف مسلمان بچوں ہی کے لیے نہ تھی، بلکہ آپؐ ان بچوں سے بھی محبت فرماتے تھے جو مسلمان نہ تھے۔ شمائل ترمذی میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک یہودی کا بیٹا حضورؐ کے پاس اکثر آیا کرتا تھا اور کبھی کبھی کوئی کام بھی کر دیا کرتا تھا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ یہ یہودی لڑکا بیمار ہو گیا۔ آپؐ کو اس کی بیماری کا حال ہوا، تو اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت بچے کی حالت بہت خراب تھی۔ اندازہ ہوتا تھا وہ زندہ نہ بچے گا۔ اس کی بھلائی کے خیال سے آپؐ نے اسے مسلمان ہو جانے کے لیے کہا۔ بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اس نے اجازت دے دی، تو وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ آپؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری وجہ سے اسے دوزخ کے عذاب سے بچا لیا۔

سب سے پیار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ایسی پاکیزہ تھی کہ ایک ایک گھڑی اور ایک ایک پل نیکی اور بھلائی کے کاموں میں گزرا، جیسا کہ پیارے بچوں کو اندازہ ہوا ہو گا۔ آپؐ کے دنیا سے تشریف لانے سے پہلے ہر طرف برائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ہر چیز کو پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ کو بھول کر کوئی بتوں کا پجاری بن گیا تھا، کوئی آگ، دریاؤں، درختوں، جانوروں اور چاند ستاروں کو پوجنے لگا تھا۔

کمزوروں اور غریبوں کی مدد کرنے کے بجائے انہیں ستایا اور لوٹا جاتا تھا، جھوٹ، فریب، چوری چکاری اور بیگناہوں کو قتل کر دینا جیسے کوئی بری بات نہ تھی، گناہوں پر شرمندہ ہونے کے بجائے برے کاموں کو بڑا ہونے کی نشانی بتایا جاتا تھا۔ اور ان سب باتوں کا یہ نتیجہ تھا کہ پوری دنیا دوزخ کا نمونہ بن گئی تھی۔ ہر طرف فساد پھیلا ہوا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب برائیوں کا خاتمہ کر کے امن اور انصاف

Marfat.com

کی حکومت قائم کی اور اچھائی کو دل سے اپنانے والوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس نے ملک عرب کے باہر دوسرے ملکوں میں بھی ہر قسم کے گناہوں' بے انصافیوں اور ظلم کا خاتمہ کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص بڑائی اور بزرگی یہ ہے کہ آپؐ نے صرف اپنے خاندان یا صرف اپنے ہم وطن عربوں کا ہی بھلا نہیں چاہا' بلکہ آپؐ کا یہ پیار دنیا کے سب انسانوں کے لیے تھا' آپؐ نے عرب اور غیر عرب اور کالے اور گورے کا فرق مٹا کر شریف اور بہادر لوگوں کی ایک ایسی برادری بنا دی جس کا کام ہر قسم کی برائی کو مٹانا اور ہر قسم کی بھلائی کو ترقی دینا تھا' اس برادری میں حبش کے رہنے والے بلالؓ۔ روم کے رہنے والے صہیبؓ' ایران کے رہنے والے سلمانؓ اور عرب کے رہنے والے ابوبکرؓ سبھی شامل تھے اور ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر آدمی سے خوش ہو کر ملتے تھے' آپؐ بہت بہادر' سخی اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے والے تھے۔ آپؐ کی دوستی اللہ کے لیے تھی اور دشمنی بھی اللہ کے لیے۔

ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ وعدہ پورا کرتے تھے۔ کسی سے بات کرتے تو نیکی کے راستے پر چلنے کی نصیحت کرتے۔ آپؐ کے دل میں اپنوں اور پرایوں' سب کے لیے خیر خواہی تھی۔ آپؐ اپنے دشمنوں کا بھی بھلا چاہتے تھے۔

آپؐ کبھی یہ کوشش نہ کرتے تھے کہ آپؐ کو سب سے بڑا سمجھا جائے۔ مجلس میں سب کے ساتھ بیٹھتے اور راستہ چلتے ہوئے سب کو اپنے ساتھ رکھتے۔

آپؐ بہت سادگی پسند تھے' معمولی کپڑے کا لباس پہنتے معمولی کھانا کھاتے اور معمولی سے مکان میں رہتے تھے۔

کسی کو اداس دیکھتے تو اس کا حال احوال پوچھتے اور جہاں تک ہو سکتا اس کی

Marfat.com

پریشانی دور کرنے کی کوشش فرماتے۔ آپؐ قرض لے کر بھی ضرورت مندوں کی مدد کردیا کرتے تھے۔

آپؐ کسی کام کو کم درجے کا نہ سمجھتے تھے، اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے تھے اور اپنے جوتوں کی مرمت تک خود کر لیتے تھے۔

آپؐ میلا کچیلا رہنے کو بہت ناپسند کرتے تھے، اگر کسی کو ایسا دیکھتے، تو کپڑے دھونے اور حجامت بنوانے کی تاکید فرماتے، اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی اور وہ اپنی غلطی مان لیتا، تو اسے کچھ نہ کہتے، فوراً معاف فرما دیتے تھے۔

آپؐ اپنے دوستوں اور پاس پڑوس میں رہنے والوں کا بہت خیال رکھتے تھے، ان کا حال پوچھتے رہتے تھے اور ان کی مدد فرماتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کی یہ ساری باتیں پڑھ کر آپ کو جس بات پر سب سے زیادہ غور کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ برائی کے راستے پر چلنے والے کتنے بھی طاقتور کیوں نہ ہوں اور بھلائی کی زندگی گزارنے والے کیسے بھی کمزور کیوں نہ ہوں، سچی کامیابی، نیکی اور بھلائی کو اپنانے والوں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ جیسے حضورؐ کو مکہ کے کافروں اور مدینہ کے یہودیوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔

اس کے علاوہ دوسری خاص بات یہ ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو جن باتوں کی تعلیم دی، ان پر خود بھی عمل کیا، بلکہ آپؐ نے تو ان باتوں پر اس طرح عمل فرمایا کہ سب سے بہترین نمونہ پیش فرما دیا۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ اچھی باتیں صرف کہنے اور سننے کے لئے ہی نہیں ہوتیں، بلکہ عمل کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔

عرب کے غریب اور بے سہارا مسلمانوں نے اسلام کی اچھی باتوں پر عمل کیا تو

Marfat.com

گنتی کے چند برسوں میں اس وقت کی سب سے بڑی سلطنت کے مالک بن گئے۔ جس نے بھی ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی اسے ذلت اٹھانی پڑی۔

سب کے آقا

ہماری آج کی دنیا میں بھی جتنی بھلائی اور برکت نظر آتی ہے وہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا صدقہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکلیفیں اٹھا کر کافروں اور مشرکوں کا زور نہ توڑتے' تو ساری دنیا پر برائی ہی کا رواج ہوتا۔ دکھ سہہ کر اور تکلیفیں اٹھا کر آپؐ نے اس دنیا کو ایسا اچھا بنا دیا کہ جن لوگوں کو جانوروں سے بھی کم درجے کا سمجھا جاتا تھا وہ خاندانی بادشاہوں سے بھی زیادہ معزز بن گئے اور برائیوں سے اس طرح ڈرنے لگے جیسے آگ سے ڈرتے ہیں۔ کمزوروں اور غریبوں کو آپؐ کی تعلیم سے کیسی عزت ملی اور دنیا برائیوں سے کیسی پاک ہو گئی' اس کا اندازہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے واقعے سے ہو سکتا ہے۔

آپ کو یاد ہو گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دنوں میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سرداری میں ملک شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ جانے کی وجہ سے یہ لشکر مدینہ سے کچھ فاصلے پر رک گیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلامی سلطنت کے سب سے بڑے حاکم اور حضورؐ کے خلیفہ' یعنی جانشین بنے تو آپؐ نے حکم دیا' جیش اسامہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائے۔

اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ کم عمر اسامہؓ کی جگہ کسی بڑی عمر کے اور جنگ کے ماہر بزرگ کو لشکر کا سالار بنایا جائے' لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ بات نہ مانی۔ فرمایا: اسامہؓ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے لشکر کا سالار بنایا تھا وہی اس لشکر کے سالار رہیں گے۔ اس وقت حضرت اسامہؓ کی عمر صرف سترہ برس تھی۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد حضرت اسامہؓ کے لشکر کو رخصت کرنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود تشریف لے گئے اور انہیں اس طرح رخصت کیا کہ حضرت اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیدل ان کے ساتھ چل رہے تھے اور نصیحت فرما رہے تھے۔

"(اے اسامہؓ) کسی معاملے میں بھی ایمانداری کو نہ چھوڑنا' جھوٹ نہ بولنا' وعدہ پورا کرنا' دشمن سے لڑائی ہو تو بچوں' عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا اور نہ دوسرے مذہب والوں کے مذہبی رہنماؤں کے ساتھ برا سلوک کرنا' خاص ضرورت کے بغیر جانور ذبح نہ کرنا' درخت نہ کاٹنا اور فصلوں کو نقصان نہ پہنچانا' جنگ شروع کرنے سے پہلے نرمی کے ساتھ اسلام کا پیغام پہنچانا اور اگر لڑائی کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہے' تو کسی فائدے کے لئے نہیں' بلکہ صرف اللہ ہی کے لیے لڑنا۔"

آپ نے اس کتاب کے شروع میں ایک ایسے بچے کا حال پڑھا تھا جسے ڈاکو اٹھا کر لے گئے تھے اور بازار میں فروخت کر دیا تھا۔ یہ بچہ ایک عزت والے خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور ڈاکوؤں نے اسے غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کر دیا تھا۔

اور یہ کتاب ہم اس بات پر ختم کر رہے ہیں کہ اسی غلام یعنی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ لشکر کے سالار کی حیثیت سے گھوڑے پر سوار ہے اور اسلامی سلطنت کا سب سے بڑا حاکم اس کے ساتھ پیدل چل رہا ہے۔

نہ صرف ملک عرب' بلکہ پوری دنیا میں اتنی بڑی تبدیلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہی آئی۔ یقیناً یہ آپؐ ہی کی کوشش سے ہوا کہ کل جو غلام تھے سردار بن گئے اور برائیوں کا اس طرح خاتمہ ہو گیا کہ کوئی طاقتور کسی کمزور کو ستانے کا

Marfat.com

خیال بھی دل میں نہ لا سکتا تھا۔ حضورؐ کی یہ بات پوری ہو گئی تھی کہ ایک کمزور عورت سونا اچھالتی ہوئی اکیلی سفر کرتی تھی اور اسے ڈاکوؤں کا ڈر نہ ہوتا تھا۔

آیئے سچے دل سے دعا مانگیں' اے اللہ! اپنے محبوب اور ہمارے آقا حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' آپؐ کی آل اولاد اور آپؐ کے صحابہ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور ہمیں ان کی سچی پیروی نصیب فرما۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

ان کتابوں سے مدد لی گئی

۱۔	سید المرسلین	حضرت شاہ ولی اللہؒ
۲۔	شمائل ترمذی	ترجمہ مولانا محمد زکریاؒ
۳۔	سیرت النبیؐ	مولانا شبلی نعمانیؒ
۴۔	رحمتہ للعالمین	قاضی محمد سلیمان سلمان پوری
۵۔	خصائل نبویؐ	مولانا سعد حسن یوسفی
۶۔	تاریخ مصطفیٰ	مولانا قاری احمد
۷۔	نبی رحمت	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
۸۔	زاد راہ	مولانا جلیل احمد ندوی
۹۔	محسن انسانیت	مولانا نعیم صدیقی
۱۰۔	سید انسانیت	مولانا نعیم صدیقی
۱۱۔	حیات طیبہ	ابو سلیم محمد عبدالحئی
۱۲۔	ہمارے حضورؐ	محترمہ امتہ اللہ تسنیم
۱۳۔	تاریخ اسلام	مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی
۱۴۔	اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام	شعبہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام پنجاب یونیورسٹی لاہور

Marfat.com

Marfat.com

بچوں کا ادب

بچوں کے اخلاق و کردار کو سنوارنے، اچھا مسلمان اور سچا پاکستانی ہونے کے احساس کو بیدار کرنے کے لئے دعوۃ اکیڈمی، کی دلچسپ اور بامقصد کتب کا مطالعہ کیجئے۔

- امام بخاری کا کارنامہ
- خواب سے تعبیر تک
- یقین کا معجزہ
- تاجل کی کہانی
- بارہ موتی
- سائیکل
- اصلی تحفہ
- اے وطن
- خوش نصیب
- سات کہانیاں
- جلال و جمال
- موت کا دوست

دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

مطبع : ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد

Marfat.com

بچوں کا ادب

بچوں کے اخلاق و کردار کو سنوارنے، اچھا مسلمان اور سچا پاکستانی ہونے کے احساس کو بیدار کرنے کے لئے دعوة اکیڈمی، کی دلچسپ اور بامقصد کتب کا مطالعہ کیجئے۔

- امام بخاری کا کارنامہ
- خواب سے تعبیر تک
- یقین کا معجزہ
- تاجل کی کہانی
- بارہ موتی
- سائیکل
- اصلی تحفہ
- اے وطن
- خوش نصیب
- سات کہانیاں
- جلال و جمال
- موت کا دوست

دعوة اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

مطبع : ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد

Marfat.com